ماہنامہ انوارِ مدینہ

شمارہ : ۱۰	ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ / اکتوبر ۲۰۱۳ء	جلد : ۲۱

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مُدیر اعلیٰ	نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر

برطانیہ، اَفریقہ .... سالانہ 13 ڈالر

اَمریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

اَکاؤنٹ نمبر اَنوارِ مدینہ 2-7914-100-020-0954

مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)

رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302

جامعہ مدنیہ جدید (فیکس) : 042 - 35330311

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310

فون/فیکس : 042 - 37703662

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۶
کیا اِنسان چاند پر پہنچ سکتا ہے ؟.......	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۴
پردہ کے اَحکام	حضرت مولانا محمد اَشرف علی صاحب تھانویؒ	۲۸
سیرت خلفائے راشدینؓ	حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنویؒ	۳۶
ماہِ ذی الحجہ کے فضائل واَحکام	جناب مولانا مفتی محمد رضوان صاحب	۴۴
قربانی کے مسائل	حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب	۵۳
گلدستہ اَحادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۶۰

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُالاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہوچکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ۔ (اِدارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّابَعْدُ !

کچھ عرصہ سے نشریاتی ذرائع سے طالبان اَور حکومتِ پاکستان کے مابین مذاکراتی عمل کی طرف بڑھنے کی خبریں مسلسل نشر ہو رہی ہیں اَور سنجیدہ حلقوں کی طرف سے اِس عمل پر خوشی کا اِظہار بھی کیا جا رہا ہے مگر دُوسری طرف دَر پردہ کچھ قوتیں اِس عمل کو سبوتاژ کرنے کی سرتوڑ کوششیں بھی کر رہی ہیں جن میں عالَم کفر کا قائد اَمریکہ اَور اُس کے ساتھ بھارت اَور اِسرائیل سرِفہرست ہیں۔

پاکستان سپریم کورٹ کے چیف جسٹس اِفتخار محمد چوہدری کا بیان ۲۰ رستمبر کے قومی جرائد میں جلی سرخیوں کے ساتھ شائع ہو چکا ہے کہ

''بھارت ، اِسرائیل، اَمریکہ اَور نیٹو کا اَسلحہ کراچی آ رہا ہے خدا کے لیے ملک بچائیں
جسٹس خلجی نے کہا کہ لانچوں کے ذریعہ کرنسی، منشیات اَور اَسلحہ کی ترسیل ہو رہی ہے،
کراچی میں دُکانوں سے راکٹ لانچر، اَینٹی ائیر کرافٹ گنیں مِل رہی ہیں۔''

جج صاحبان کی تشویش بالکل بجا ہے مگر عالَمِ کفر کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کوئی نئی بات بھی نہیں ہے اُن کا یہ طرزِ عمل ہمیشہ سے ہے اَور آیندہ بھی ہمیشہ اَیسا ہی رہے گا مگر پہلے اُن کی اِس قسم کی ہر جارحیت نا صرف ناکام کردی جاتی تھی بلکہ اُن کو منہ کی کھانی بھی پڑتی تھی پھر اَب کیا وجہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف اَپنے مذموم عزائم میں آگے سے آگے بڑھتے ہی چلے جارہے ہیں، طغیانی ہے کہ تھمنے کا نام ہی نہیں لیتی اِن کے توڑ کی جو تدبیر بھی کی جاتی ہے اُلٹی پڑتی ہے۔

بات یہ ہے کہ پہلے کا مسلمان آپس میں متحد تھا اَپنے دوست اَور دُشمن کی ٹھیک پہچان رکھتا تھا اَپنے مذہب سے سچا اَور بے لوث ترجیحی تعلق رکھتا تھا اَپنے وطن اَور قومی مفاد کو ذاتی مفاد سے زیادہ عزیز جانتا تھا مگر آج کا مسلمان اَپنے پرائے کی قید سے آزادی کو آزادی تصور کرنے لگا ہے اَپنے اَندرونی دُشمنوں سے صرفِ نظر کرنے کو وسعتِ نظری جان کر اَپنے ہی پاؤں پر وَار کیے جارہا ہے۔ اگر اَمریکہ، بھارت اَور اِسرائیل سے پہلے ہم اَپنے اَندر کی صفوں پر نظر دوڑائیں تو ہمارا کام آسان ہوجائے گا۔

کون نہیں جانتا کہ قادیانی اَور روافض جیسے اِسلام اَور مسلمانوں کے اَندرونی دُشمن ستر برس سے ہمارے ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں اُن کا یہ عمل اِنتہائی رازداری اَور بے باکی کے ساتھ جاری ہے یہی لوگ ہمارے ملک میں اَمریکہ، بھارت اَور اِسرائیل کے جاسوس ہیں اِن ہی کے ذریعہ عالمی کفر اَپنے ناپاک مقاصد کے اُصول میں سرگرم ہے وہ نہیں چاہتا کہ مسلمان باہم متحد ہوکر ترقی کی راہ پر گامزن ہو، جب تک اِن اَندرونی دُشمنوں کا صفایا نہیں کیا جاتا تب تک اَمریکی اَور رُوسی اَسلحہ کی آمد اَور مسلمانوں کے خون کی ہولی کھیلی جاتی رہے گی۔

بھلا ہو محترم جج صاحبان کا جنہوں نے جرأت سے کام لیتے ہوئے اِن تین ناپاک عالمی طاقتوں کو نامزد کردیا، بس اَب مزید تھوڑی سی ہمت کر کے آستین کے سانپ کی طرف بھی توجہ ہوجائے اَور سپریم کورٹ کے پہلے سے موجود قادیانیوں کے بارے میں فیصلوں اَور آئینی شقوں پر عملدر آمد کی تحریک چل جائے تو ہلکے سے جھٹکے میں ہی یہ تینوں چاروں عالمی عفریت اَپنے ہاتھ پاؤں تڑوا بیٹھیں گے اَور مسلمانوں کے دَرمیان باہمی اِختلافات کو ہوا دینے والی قوتیں بے دَم ہونا شروع ہوجائیں گی۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ حکومتِ پاکستان اَور طالبان سے مذاکراتی عمل میں رُکاوٹیں ڈالنے والی قوتیں اَپنے مذموم مقاصد میں ناکام ہوں اَور اِن کے دَرمیان مذاکراتی عمل جلد شروع ہو کر بخیر وخوبی تکمیل کو پہنچ کر خطے میں اَمن واَمان اَور مسلمانوں اَور اِسلام کی سربلندی کا ذریعہ بنے اَور عالمی طاغوتی قوتیں اَور خطے میں اُن کے مقامی آلۂ کار اَپنے مذموم مقاصد میں ہمیشہ کے لیے ناکام ونامراد ہوں۔

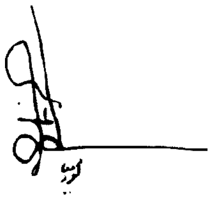

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اَور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اَور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔ (ادارہ)

مولای صل وسلم دائما ابدا ـ درسِ حدیث ـ علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرتِ اَقدس پیرو مرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین اَور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اَللہ تعالیٰ حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔(آمین)

اِسلام کے دَروازے ہر کسی کے لیے کھلے ہیں، ''اِسلام'' غریبوں کا مذہب
آج صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی غربت نہیں پائی جاتی
اَعمال کی کثرت مطلوب نہیں بلکہ عمل پر پابندی پسند ہے

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 76 سائیڈ A 1987 - 09 - 13)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

ایک صحابی ہیں حضرت عمرو بن عَبَسَہ وہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے جنابِ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ سوالات کیے۔

پہلا سوال وہ یہ بتاتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ مَّعَکَ عَلٰی ھٰذَا الْاَمْرِ اِس معاملے میں یعنی دین کے قبول کرنے میں جناب کے ساتھ کون لوگ ہیں ؟

اِرشاد فرمایا حُرٌّ وَ عَبْدٌ آزاد بھی ہیں اَور غلام بھی ہیں۔ اِس کی مثال ایسے ہے کہ جیسے کوئی پوچھے کہ آپ کی پارٹی کا ممبر بننے کے لیے کوئی شرط ہے، کیا معیار ہے، ذاتی مکان ہو یہ معیار ہے یا کار ہو کوٹھی ہو، کاروبار ہو، وغیرہ وغیرہ ایسی کوئی چیز معیار ہے ؟ یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے سوال کا، کیونکہ کوئی آدمی کسی کو اَگر ساتھ لیتا ہے تو اَپنا نفع ضرور دیکھتا ہے کہ اِس میں میرا نفع کیا ہے ؟

عموماً ساتھ لینے والے وجاہت کا، رُعب و دَاب کا، مال و دولت کا یہ نفع دیکھتے ہیں لیکن آقائے نامدار

علیہ السلام نے جو جواب دیا بہت سادہ جواب ہے حُرٌّ وَ عَبْدٌ آزاد لوگ بھی ہیں غلام بھی ہیں، جو بھی آجائے اللہ کا بندہ اِنسان ہے ذوی العقول میں ہے مکلّف ہے وہ آجائے تو اُس کو میں اِس معاملے میں داخل کرلیتا ہوں یعنی اِسلام میں داخل کرلیتا ہوں اُس کا اِیمان اَور اِسلام معتبر ہے کوئی شرط نہیں جو چاہے اِسلام قبول کرلے ہدایت کی طرف آجائے چھوٹا ہو بڑا ہو حتّٰی کہ غلام۔

غلاموں کا دَرجہ تو جانوروں کے برابر تھا، اِسلام نے بڑھایا ہے کہ جو تم کھاؤ وہ اُنہیں بھی کھلاؤ جو تم پہنتے ہو وہ اُنہیں بھی پہناؤ اَگر اُس نے کچھ پکایا ہے محنت کی ہے تو خادم ہے تو اُس کھانے میں سے اُسے بھی دیں کیونکہ اُس نے محنت تو کی ہے اُس کے پکانے میں، بہت چیزیں اِسلام نے بتلائیں اَور بڑا دَرجہ اُنہیں دے دیا، بہت بڑا دَرجہ اَور ڈبل اَجر کی بشارت دی، ایک اللہ تعالیٰ کے اَحکام بجالانے کی اَور دُوسرے آقا کے کام کرنے کی، بظاہر یہ ہے کہ وہ غلام خدمت کرتا ہے اُس کے بدلے میں کھاتا ہے پیتا ہے اَور رہتا ہے اَور پہنتا ہے لیکن یہ نہیں، اللہ نے اُس پر اَجر رکھ دیا ہے بظاہر یہ ہے کہ وہ کام کر رہا ہے اَور بہ باطن یہ ہے کہ اَجر مِل رہا ہے اَور ڈبل اَجر مِل رہا ہے۔

اِسلام کیا ہے ؟ :

وہ صحابی جو ہیں حضرت عمرو بن عَبَسَہ رضی اللہ عنہ وہ کہتے ہیں میں نے دَریافت کیا مَا الْاِسْلَامُ اِسلام کیا ہے ؟ اَور اِتنا تو سب جانتے ہیں کہ کلمہ پڑھ لینا یہ اِسلام ہے اللہ کو ایک ماننا اُس کے سب نبیوں کو حق جاننا جو وہ لائے ہیں پیغام اللہ کے پاس سے وہ سچ تھا حق تھا، سب نبیوں پر اِیمان، جنہیں ہم جانتے ہیں وہ بہت تھوڑے ہیں جنہیں نہیں جانتے وہ بہت زیادہ ہیں مگر اِیمان ہمارا سب پر ہے تو جواب میں آقائے نامدار علیہ السلام نے اِن کو نیا جواب دیا حسبِ حال یعنی پوچھنے والا اَگر جانتا ہوا ایک چیز تو اُس کے جواب میں وہی چیز دوہرانی اِس سے کوئی فائدہ خاص نہیں ہوتا بلکہ اُس کے جواب میں وہ بات بتائی جائے جو اُس کے علم میں نہیں۔

تو اِرشاد فرمایا طِیْبُ الْکَلَامِ وَ اِطْعَامُ الطَّعَامِ گفتگو ہو شیریں اَور عمدہ یعنی مہمل باتیں نہ ہوں، لغویات نہ ہوں، گالی گلوچ، بہتان، غیبت، فضول باتیں یہ نہ ہوں تو عمدہ بات ہو اَور عمدہ دونوں

طرح ہوتی ہے ایک معنی کے اِعتبار سے اَور ایک اَنداز کے اِعتبار سے ،تو اَنداز کے اِعتبار سے بھی شیریں گفتار ہو۔

وَ اِطْعَامُ الطَّعَامْ اَور کھانا کھلانا۔اُس زمانہ میں غربت تھی بہت زیادہ، رسول اللہ ﷺ جب مبعوث ہوئے ہیں تو جواُمراء کا طبقہ تھا جو ظالم تھا، غنڈے جیسے سرداروں کے بارے میں یہاں شہرت ہے یا وڈیروں کے بارے میں جیسے سنتے ہیں یا تو اِس طرح کے لوگ تھے قبائل تھے قبائل کے سردار تھے وہ خود مختار تھے سیاہ وسفید کے جیسے مالک بنے ہوئے ہیں، لُوٹ مار، قتل وغارت گری، اِغوا یہ قابلِ فخر چیزیں تھیں، تو لُوٹ مار کرتے تھے اَور سخاوت بھی کرتے تھے لیکن مجموعی حیثیت سے غربت غالب تھی۔

مال میں غریبوں کا حصہ :

تو اِسلام جو ہے وہ غریبوں ہی کا مذہب ہے یعنی غریبوں کی رعایت بہت زیادہ ہے حتّٰی کہ آپ کے مال میں شریک کردیا غریبوں کو کہ جب آپ کے پاس مال اِتنا آجائے مقدار بتادی تو اُس کے بعد غریب اِس میں شامل ہوگیا اُس کا حصہ اِس میں ہے وہ ''ڈھائی فیصد'' دینا پڑے گا، زمین ہے اُس کی پیداوار اِتنی ہوگئی اُس میں سے ''دسواں حصہ'' دینا پڑے گا اَور اَگر خود محنت کی ہے پانی سینچا ہے بارانی نہیں ہے بلکہ محنت کرنی پڑتی ہے تو ''بیسواں حصہ'' بہرحال شریک کردیا، اَب اگر کوئی غریب کو زکوٰۃ اَدا نہیں کرتا تو ایسے ہے جیسے غریب کا مال خود کھائے جارہا ہے کیونکہ وہ حق اُس کا ہو چکا ہے تو یہ غریبوں کے لیے بہت ہی مناسب مذہب ہے۔

صحابہ ؓ کی غربت کا آج تصور نہیں کیا جاسکتا :

اَور تھے ہی غریب اَور اِتنے غریب تھے کہ آپ تصور نہیں کر سکتے آج کے دَور میں اُس کا کہ ایک کپڑا صرف ایک آدمی کے پاس، وہی پہننا وہی اَوڑھنا، نیچے کا حصہ بھی اُسی سے ڈھکنا ہے اُوپر کا بھی، اِدھر سے پلا اِدھر لے جاتے تھے اِدھر سے پلا اِدھر لے جاتے تھے پیچھے گردن پر گرہ دے دیتے تھے یہ اُن صحابہ کرام ؓ کا لباس تھا۔تو ایسی حالت میں اِسلام پھیلا ہے اِس کا مطلب یہ ہے کہ وہ غریب طبقہ جو وہاں تھا اُس کے بہت ہی حقوق دِلائے ہیں اِسلام نے منوائے ہیں تو آج تو اِتنے غریب آپ

ڈھونڈیں گے تو شاید کوئی مِل جائے ورنہ نہیں ملے گا اَور یہ اُن کا عام حال تھا، کھانے کو میسر نہیں اَور پڑھ رہے ہیں طالب علم ہیں اَصحابِ صفہ ہیں تو جن لوگوں کے پاس وہ ہوتی تھیں کھجوریں یا کوئی چیز وہ لا کر رکھ دیتے تھے ٹانگ دیتے تھے اَور یہ نہیں ہے کہ چھینا جھپٹی ہو بے صبری ہو، نہیں اُن میں صبر تھا وہ دُوسروں کا حق ملحوظ رکھ کر اُس میں سے جتنی خود ضرورت ہو لے لیتے تھے تو اِطْعَامُ الطَّعَامْ کھانا کھلانے کا اہتمام کرنا یہ ایسی چیز تھی کہ جو پہلے بھی تھی بڑے بڑے لوگوں میں مگر ناموری کے لیے خدا کے لیے نہیں آخرت کے تصور سے نہیں اِس خیال سے نہیں کہ اِس پر اَجر ملے گا تو جس کو کم میسر ہو وہ کم کھلا دے۔ جو بڑے لوگ ہوتے تھے وہ تو یہ کرتے تھے کہ رات کو آگ جلا دیتے تھے تاکہ کوئی مسافر بھٹکا بھولا بڑی دُور سے جسے آگ نظر آجائے گی وہ یہاں آجائے گا اَور یہاں پہنچے گا تو اُسے کھانا مِل جائے گا وہ اِس طرح سے کرتے تھے۔ لیکن اِن کی تعداد کتنی ہوگی، بہت تھوڑی، اِن کی یہ تعداد ضرورت مندوں کی ضرورت پوری نہیں کر سکتی تھی تو آقائے نامدار ﷺ نے ترغیب دی کہ دُوسروں کی بھوک کا اِفلاس کا کھانے کا خیال رکھیں۔

صحابی بہت سمجھدار تھے اُن کو جوابات آپ نے وہ دیے ہیں جو عمل سے تعلق رکھتے ہیں، باقی کلمۂ شہادت لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہہ لینا، یہ تو ہے ہی ہے۔

اِیمان کیا ہے ؟ :

تو جب اِسلام کے جواب میں آپ نے یہ فرما دیا تو اُنہوں نے پوچھا ''اِیمان'' کیا ہے ؟ مَا الْاِیْمَانْ اَور یہ سب سوال پہلے بھی گزر چکے ہیں حدیثوں میں وہ آپ کو میں سنا چکا ہوں اُس میں آپ نے وہ بتایا تھا جو غیر مسلم پر اِسلام (لانے) کے لیے ہوتا ہے غیر مسلم کو اِسلام قبول کرنے کی جو تعلیم دی جائے وہ ہے وہ اَور یہ مسلمان کے لیے ہے تو پوچھا مَا الْاِیْمَانْ تو اِرشاد فرمایا اَلصَّبْرُ وَ السَّمَاحَۃُ[۱] ''صبر'' کے معنی ہیں برداشت کرنا صبر کے معنی ہیں جمے رہنا کسی چیز پر اَور جمے رہنا یہ بڑا مشکل کام ہے ایک حالت پر جمے رہنا یہ مشکل ہے اِس لیے رسول اللہ ﷺ نے بہت زیادہ عبادت کو ناپسند فرمایا ہے۔

[۱] مشکوۃ شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ۴۶

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت اَور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا تقوی :

ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا ہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن ہیں اَور زوجہ مطہرہ ہیں حضرت زینب رضی اللہ عنہا اَور بہت متقی اَور بہت عبادت گزار تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جب اِلزام لگایا ہے منافقوں نے جس کو ''اِفک'' کہتے ہیں اَور قرآنِ پاک میں اُس کی صفائی میں آیات اُتری ہیں، دس آیتیں اُن کی براءت میں اَور اَحکام میں اَور یہ اِظہار کرنے میں کہ (اِس کے پسِ پردہ) منافقین تھے تو اُس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اُن کی تعریف کرتی ہیں کہیں تو کہتی ہیں وَهِيَ الَّتِيْ تُسَامِيْنِيْ مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ یہی میرے مدِّ مقابل رہتی تھیں یعنی جیسے گھر میں تقابل ہو یا متقابل شکل بن جائے ایسی شکل میں وہ میرے مدِّ مقابل رہتی تھیں اَور کہیں آتا ہے حِزْبَيْن ازواجِ مطہرات دو حصوں میں بٹی ہوئی تھیں ۔ ایک طرف حضرت عائشہ اَور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما تھیں دُوسری طرف حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں ۔ تو وہ فرماتی ہیں کہ یہ میرے مدِّ مقابل رہتی تھیں باتوں میں لیکن ناجائز حد تک ہو، یہ نہیں ہے تو جب یہ اِلزام لگا تو اُس پر وہ فرماتی ہیں کہ اِن کی بہن جو تھی اُس نے تو اِلزام میں حصہ لیا اَور زینب رضی اللہ عنہا نے بالکل اُس اِلزام میں حصہ نہیں لیا اُن سے بھی پوچھا ہے رسول اللہ ﷺ نے، اُنہوں نے جواب دیا اَحْمِيْ سَمْعِيْ وَ بَصَرِيْ میں اَپنے کان اَور آنکھوں کو بچاتی ہوں یعنی میں غلط بات کرنے سے بچاتی ہوں تو میں تو کچھ نہیں کہہ سکتی نہ میں نے کوئی چیز ایسی دیکھی نہ میں نے کوئی چیز ایسی سنی ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اِن کی بہن نے حصہ لیا اَور زینب کو اُن کے تقوے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بچالیا اُن کے تقوے کی تعریف فرمائی عَصَمَهَا اللّٰهُ بِالْوَرَعِ [1] حالانکہ مدِّ مقابل تھیں ۔

(تو ایسے ہوا کہ آپ ﷺ زوجہ محترمہ) حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے گئے وہاں دیکھا تو ایک رسی تھی بندھی ہوئی بے طرح یا تو یوں لمبائی میں بندھی ہوئی تھی یا چھت سے لٹکی ہوئی تھی یا ایسے بندھی ہوئی تھی بہرحال ایک رسی بندھی ہوئی تھی، دَریافت فرمایا یہ رسی کیسی ؟

[1] بخاری شریف رقم الحدیث ۲۶۶۱

ممکن ہے وہ دِن میں کھول دیتی ہوں اُسے، اُس دِن نہ کھولی ہو تو بتایا کہ یہ زینب رضی اللہ عنہا کی رسی ہے اَور رات کو جب نماز پڑھتی ہیں تو جب بالکل تھک جاتی ہیں تو اِس سے سہارا لے لیتی ہیں یعنی بغل کے نیچے لے لیتی ہوں یا آگے لے لیتی ہوں جس طرح بھی باندھ لیتی ہوں وہ اِس طرح سہارا لے لیتی ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا لَا یہ نہیں حُلُّوْہُ اِسے کھول دو۔ اَور عبادت کتنی کرے اِنسان ؟ فرمایا نِشَاطَهٗ جب تک طبیعت کا نشاط ہے اُس وقت تک بس عبادت کرے اَور جب بالکل طبیعت تھکنے لگے فَتَرَ تو پھر آرام کرے۔

بڑے رُتبہ کا مدار خدا سے تعلق پر ہے، عمل کی زیادتی پسند نہیں پابندی پسند ہے :

کیونکہ زور لگانے سے اَور اَپنی طاقت سے زیادہ صرف کرنے سے کوئی بڑا رُتبہ نہیں مِل سکتا، بڑے رُتبے کا مدار ہے اِخلاص پر اَور بڑے رُتبے کا مدار ہے خدا سے تعلق پر اَور بخشوانے والی چیز عبادتوں کی کثرت نہیں ہے بخشوانے والی چیز وہ صرف خدا کی رحمت ہے تو ایسے خیال جو ہیں اُن کی نفی فرمادی اَور فرمایا کہ نہیں نشاط جتنی دیر ہو بس اُتنی دیر عبادت کرو اَگر طبیعت میں نشاط نہیں رہا بلکہ طبیعت تھکی تھکی ہوگئی ہے فَاِذَا فَتَرَ بدن ڈھیلا ہونے لگے طبیعت تھکنے لگے تو پھر آرام کرو (فَلْيَقْعُدْ)۔[1]

ایک عورت تھیں وہ حاضر ہوئیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی تھیں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو پوچھا کہ یہ کون عورت ہیں ؟ تو اُنہوں نے کہا کہ یہ وہ عورت ہیں کہ جن کی نماز کا ذکر یا چرچا بہت ہے آج کل عورتوں میں کہ یہ زیادہ عبادت کرتی ہیں نماز بہت پڑھتی ہیں تو آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا مَهْ نہیں رہنے دو عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُوْنَ [2] جتنی تم میں جان ہے بس اُتنی عبادت کرو تو رسول اللہ ﷺ نے جو پسند فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ عمل ہوتا تھا جس پر ہمیشگی کی جائے اَور ہمیشگی اُسی پر کی جا سکتی ہے جو تھوڑا ہو، بہت زیادہ ہو لمبا چوڑا ہو وہ کچھ دن تو چلے گا اُس کے بعد پھر کوئی عارض پیش آجائے گا کوئی معاملہ پیش آجائے گا مصروفیت پیش آجائے گی تو وہ رہ جائے گا یا جوش ہے جب تک جوش ہے خوب لگا ہوا ہے ذرا جوش ٹھنڈا ہو گا تو پھر وہ

---

[1] بُخاری شریف رقم الحدیث ۱۱۵۰ [2] بُخاری شریف رقم الحدیث ۴۳

سارے کا سارا ہی جائے گا ایک دم اَور اگر دَرمیانی رفتار رکھے گا تو اَحَبُّ الْعَمَلِ اِلَى اللّٰهِ اَدْوَمُهٗ [1] جس پر ہیشگی ہو وہ عمل اللہ کو زیادہ پسند ہے۔

''صبر'' کا مطلب اَور مواقع :

تو ''صبر'' کا مطلب ہے جمے رہنا اَور جمے رہنا بڑا مشکل کام ہے یہ جو مقابلے ہوتے ہیں حکومتوں کے بڑے لمبے تو لمبا مقابلہ بڑا مشکل پڑ جاتا ہے بڑی بڑی حکومتیں ہار جاتی ہیں اُس میں جیسے اَمریکہ ویتنام میں ہار گیا اَور فرانس اَلجزائر میں ہار گیا بیس سال لڑائی چلتی رہی ویتنام میں بھی پندرہ سال تقریبًا چلتی رہی ہے یا زیادہ، ہارنا پڑا، لمبا مقابلہ جو ہے وہ بہت مشکل کام ہے تو صبر کا مطلب ہے جمے رہنا اَب کوئی بھی چیز آپ نے اِختیار کی ہے اُس کو چھوڑنا نہیں ہے اُس پر لگے رہنا ہے تو لگے رہنا جو ہے کیونکہ وہی مطلوب ہے وہی اللہ کو پسند ہے اِس واسطے وہ بہت زیادہ نہیں رکھا گیا وہ تھوڑا رکھا گیا۔

اَچھا یہ صبر تو اِدھر ہو گیا دُوسرے صبر اُدھر بھی تو ہوتا ہے جہاں کچھ نہ ملے کھانے کو ہی میسر نہیں ہے پھر صبر کرو اَور صبر جہاد میں بھی ہوتا ہے وہاں جمے رہنا پیچھے نہیں ہٹنا یہ صبر ہے۔ تو صبر لفظ تو بہت مختصر سا ہے مگر معنٰی اِس کے جمے رہنے کے ثابت قدمی کے ہیں اَور یہ ہر طرف مراد ہے، یہ نہیں کہ ایک سمت مراد ہے دُوسری نہیں ہے، نہیں ہر جگہ یہ چلے گا ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا﴾ اَور آپ سنتے ہیں ﴿ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ وہاں بھی صبر کا لفظ آیا ہے اَور کوئی صدمہ پیش آیا تو برداشت کر لیا بس ہم اِسے صبر سمجھتے ہیں، یہ نہیں ہے بلکہ روزے میں جو صبر ہے وہ بھوک کا صبر ہے پیاس پر صبر ہے، جہاد میں وہاں صبر ہے میدانِ جنگ میں صبر ہے اَور اِدھر تمام عبادتوں میں جمے رہنا یہ صبر ہے جو کام شروع کرو اُسے مکمل کرو اَور اُسے ہمیشہ کیا جائے دائمی طور پر۔

سخاوت اَور مسلمان :

دُوسرا فرمایا کہ ''سَمَاحَة'' یعنی سخاوت اَور سخاوت اَیسا وصف ہے جو آپ دیکھتے ہیں آج

[1] سُنن اَبی داؤد رقم الحدیث ۱۳۶۸

اِس خراب ترین دَور میں اِتنا برا دَور جس میں بے عملی عام ہے اِس دَور میں بھی سخاوت مسلمانوں میں پائی جاتی ہے۔

ہندوؤں کی کنجوسی :

ہندوؤں میں وہ بات نہیں پائی جاتی تو ۱۹۶۰ء میں ۱۹۶۲ء میں جب چین نے حملہ کیا تھا تو چندے کیے اُنہوں نے ہندوؤں سے بھی مسلمانوں سے بھی، مسلمانوں نے زیادہ دیا ہندوؤں نے دیا ہی نہیں، وہاں بڑے بڑے مِل ہیں شوگر مِل ہیں ہندوؤں کے ہیں اِنکم ٹیکس مارے بیٹھے تھے لیکن نہیں دیے چندے اَور کہیں کہہ دیا کہ ہم اِتنا مقروض ہیں ایک مِل آنر نے جنگ کے لیے پچیس ہزار دیے۔

بعد میں میں گیا تھا ہندوستان تو اُدھر جا کر یہ حالات معلوم ہوئے تھے۔ اَب مسلمانوں کی فطرت میں یہ چیز داخل ہوگئی ہے اُنہیں پتہ بھی نہیں ہوتا، دین پر بھی عمل نہیں کرتا ہوتا نماز بھی نہیں پڑھتا ہوتا مگر (کچھ نہ کچھ) سخاوت کر لیتا ہے، آپ جائیں گے مسجد بنانے کے لیے چندہ (طلب کریں گے تو) وہ دے دے گا، مدرسے کے لیے وہ دے دے گا چاہے نماز بھی نہ پڑھتا ہو دین کے کام کے لیے جہاد کے لیے کوئی اَور فنڈ ہو اُس کے لیے وہ دے دے گا، یہ "سَمَاحَة" جو ہے اِس گھٹیا دَور میں جبکہ اِنسان کا تو آج یہ حال ہوا ہوا ہے پاکستان کی حدود میں کہ ہر آدمی اپنی ذات کو جانتا ہے اَور اپنی ذات کو نفع پہنچانا چاہتا ہے باقی سب چیزیں بعد میں، ملک بھی بعد میں دیکھا جائے گا خیال ہی نہیں آتا ملک کا، بس اَپنی ذات کے تحفظ کا رہ گیا ہے۔ تو اِس حالت میں بھی یہ ہے کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ مدارس بھی چل رہے ہیں مساجد بھی بن رہی ہیں آباد بھی ہیں یہ کیا ہے ؟ یہ سخاوت جو ذہنوں میں رچی ہوئی آئی ہے جس کا کوئی پتہ بھی نہیں چلتا اُسے کہ میرے اَندر یہ بات ہے بھی یا نہیں مگر تحت الشعور وہ چلی آرہی ہے۔ یہ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو چودہ سو سال پہلے سبق دیا تھا وہ وِراثتًا چلا آرہا ہے اَور اِس گھٹیا دَور میں بھی اُس کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اِس کے بعد اَور سوالات بھی ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ ہم سب کو اَعمالِ صالحہ کی توفیق دے، اِیمان پر قائم رکھے معرفت عطا فرمائے اَور آخرت میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین، اِختتامی دُعاء.........

علمی مضامین سلسلہ نمبر۶۷ ، قسط: ۱

''اَلحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر ان کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

کیا اِنسان چاند پر پہنچ سکتا ہے ؟

مسلمانوں کا خلاء کی تسخیر اَور دیگر اِیجادات میں حصہ

کولمبس عربوں کا ملازم، اہلِ مغرب کی غلط بیانیاں

آج کل تسخیرِ قمر کے سلسلہ میں سفر و حضر میں ہر جگہ اِسی بات کا تذکرہ ہو رہا ہے کہ کیا اِنسان چاند پر پہنچ سکتا ہے یا نہیں ؟

کیونکہ عام طور پر یہ بات ذہنوں میں جمی ہوئی ہے کہ چاند آسمان میں گڑا ہوا ہے۔ نجوم کے واقف بھی خواہ وہ یونانی (یورپین) فلسفہ پڑھے ہوئے ہوں یا ہندوستانی سب یہی کہتے ہیں کہ چاند آسمان میں گڑا ہوا ہے اَور علماء بھی کیونکہ قدیم یونانی فلسفہ ہی قدیم فتنوں کے رَد کے سلسلہ میں پڑھتے ہیں اَور فلکیات بھی قدیم ہی پڑھتے ہیں اِس لیے اُن کی تحریرات اَور تقاریر میں بھی یہی ملتا ہے اِس کی شہرت اِس دَرجہ ہوگئی کہ اِسے مذہبِ اِسلام کی تعلیم سمجھا جانے لگا۔

حالانکہ قرآنِ پاک یا کسی صحیح حدیث میں یہ صراحت نہیں کہ چاند فلاں آسمان میں ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ معراج کی شب حضور ﷺ نے فلاں نبی کو فلاں آسمان پر دیکھا، چاند سورج وغیرہ کے دیکھنے کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ اگر چاند آسمان میں ہوتا تو حدیث میں ضرور ذکر فرماتے اَور قرآنِ پاک میں کوئی آیت نہیں جس میں یہ صراحت ہو کہ چاند آسمان میں گڑا ہوا ہے۔

یورپ کے فرسودہ اَفکار :

دَراصل مسلمانوں میں یہ خیالات کہ چاند آسمان میں جما ہوا ہے وغیرہ وغیرہ یونان (یورپ) سے آئے ہیں۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے گورنر تھے تو ترکی پر حملے کیے گئے اَور کافی علاقہ فتح بھی ہوا اَور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عرصہ سے رائے تھی کہ بعض جزائر بھی فتح ہونے چاہئیں اُنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دَورِ خلافت میں اِجازت چاہی تھی کہ ہمیں اِجازت دیں کہ ہم جزیرۂ قبرص فتح کرلیں، یہاں عیسائی آکر بار بار چھیڑ چھاڑ کرتے رہتے ہیں اَور یہ ہم سے اِتنے نزدیک ہیں کہ اُن کے کتوں کے بھونکنے کی آواز بھی آجاتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں بحری جنگ لڑنی پڑے گی جس کا ہمیں تجربہ نہیں ہے کہیں ہمیں زیادہ نقصان نہ اُٹھانا پڑے اَلبتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں اِجازت دے دی اَور جزیرۂ قبرص (جس پر آج کل یونانیوں اَور ترکوں کا جھگڑا ہے جیسے کشمیر پر ہندوستان و پاکستان کا ہے) فتح ہوگیا اَور عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم ہی میں قسطنطنیہ جسے اِستنبول کہتے ہیں جہاں سے یورپ شروع ہوتا ہے فتح ہوگیا پھر اِس سے آگے بھی یورپ کے علاقے مغلوب و مقہور ہوگئے اُن میں یونان بھی تھا۔ یونان تہذیب کا مرکز رہا ہے اِس میں بڑے بڑے نامور فلسفی سائنسدان گزرے تھے مثلاً اَرسطو، اَفلاطون، سقراط وغیرہ۔ فلاسفۂ یونان کے دو نظریے تھے :

ایک یہ کہ چاند آسمان میں ہے دُوسرا یہ کہ چاند آسمان کے نیچے ہے۔

جب یہ علاقہ مغلوب ہوا تو یہ خیالات اَور فنونِ عقلیہ میل جول کی وجہ سے مسلمانوں میں آنے لگے اَور عقائد میں بھی طرح طرح کی بحثیں چھڑنے لگیں جنہیں ''علمِ کلام'' کی صورت میں ضبط کیا گیا ہے اَور یہ کتابیں مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں۔

یورپی سائنس کا نقصان اَور علماء کی طرف سے اِس کا رَد :

حسن بصری رحمہ اللہ، اِمام اعظم رحمہ اللہ، اِمام اَبو یوسف رحمہ اللہ کے زمانہ میں لوگ فلسفہ سیکھتے رہے اَور طرح طرح کی موشگافیاں کرتے رہے اَور فرقۂ معتزلہ وجود میں آتا چلا گیا۔

خلیفہ ہارون الرشید کے بعد اُن کے بیٹے مامون الرشید نے یونان سے کتابیں منگا کر اِن فنونِ عقلیہ کو حد سے زیادہ ترقی دی جس سے بڑی خرابیاں پیدا ہوئیں۔ فرقۂ معتزلہ نے صحیح و غلط کی تمیز کے لیے عقل کو معیار بنایا حتّٰی کہ اُنہوں نے علوم اَور عقائدِ اِسلامیہ میں تاویلات شروع کر دیں جو تفسیر یا حدیث اُن کی عقل کے مطابق ہوتی تھی اُسے مانتے تھے ورنہ حدیث کا اِنکار کر دیتے تھے چاہے وہ ائمہ وفقہاء ومحدثین کے نزدیک معتبر ہی کیوں نہ چلی آرہی ہو۔

معیار ''وحی'' ہے ''عقل'' نہیں :

یہ وہی عقائد وخیالات تھے جو آج نیچری اَور منکرِ حدیث طبقہ کے ہیں اُن کے نزدیک صحیح و غلط کا معیار ''عقل'' ہے وحی نہیں اَور ہمارے نزدیک معیارِ خطاء وصواب ''وحی'' ہے اَور عقل کو ہم وحی کے تابع رکھتے ہیں باوجودیکہ یہ فتنہ فرقۂ معتزلہ کی صورت میں سامنے آچکا تھا لیکن پھر بھی علماءِ دین فلسفہ سیکھنا سکھانا پسند نہیں کرتے تھے اَور علمِ کلام کی مباحث سے اَکثر اَکابر منع ہی فرماتے رہتے تھے حتّٰی کہ اِمام اَحمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ آیا اَور اُس میں ایک بحث مسئلہ ''خلق قرآن'' پر چھڑی۔ اِمام صاحبؒ اَور دیگر حضرات کو طرح طرح کی تکالیف پہنچائی گئیں بعض کو شہید بھی کیا گیا۔ آپ کے زمانہ میں منبر اَور عہدۂ قضاء دونوں ہی فرقۂ معتزلہ کے قبضہ میں آگئے[۱] کیونکہ خلیفہ اِسی عقیدہ کا تھا اَور اُس دَور میں یہ فتنہ اِنتہائی عروج پر تھا۔

اِمام صاحبؒ بیان فرماتے ہیں کہ وہ خلیفہ کے سامنے جب پیش ہوئے تو وہاں بعض فرقۂ معتزلہ کے بڑے بڑے لوگ موجود تھے قاضی بھی فلسفی تھا وہ میرے دلائل کا جو میں نے قرآن وحدیث سے پیش کی تھیں کہ ''قرآنِ پاک کلام اللہ ہے مخلوق نہیں ہے'' جواب نہ دے سکے تو قاضی وغیرہ نے کہا کہ ''تمہارے پاس بس یہ قرآن وحدیث ہے۔'' اِمام اَحمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اِس کے بعد اُس نے اپنے دلائل دیے جو (فلسفیانہ ہونے کے باعث) میں نہیں سمجھ سکا۔

---

[۱] یعنی سیاسی اَور مذہبی دونوں کی قیادت اُن کے ہاتھ آگئی۔ محمود میاں غفرلہٗ

غرض جب یہ فتنہ شباب پر آیا تو علماء نے وہی بطلیموسی فلسفہ سیکھا جس کو یہ لوگ سیکھتے سکھاتے تھے پھر اِسی فلسفی رنگ میں جواب لکھنا شروع کیا اَور یہ تحریرات آج تک پڑھی پڑھائی جاتی ہیں۔

حدیث و تفسیر کی کتابوں میں جہاں جہاں چاند سورج وغیرہ کا ذکر آتا ہے وہاں اِسی فلسفہ کی روشنی میں بحث کی گئی ہے لہٰذا غیر شعوری طور پر علماء کا یہ ذہن بنتا گیا کہ ساتوں آسمانوں میں سے ہر آسمان میں ایک ایک ستارہ یا سیارہ ہے۔ سورج، عطارد، زہرہ، مریخ، چاند وغیرہ اِن میں گڑے ہوئے ہیں حالانکہ قرآنِ پاک یا اَحادیثِ صحیحہ میں کہیں یہ نہیں بتلایا گیا۔

قرآن کا اِعجاز :

قرآنِ پاک کی آیات میں ایک ایسا اِجمال بھی ہے کہ جو کسی دَور میں اُسے سمجھنے میں رُکاوٹ نہیں بنتا لہٰذا وہ ہر زمانہ میں ایسا رہا ہے کہ چھوٹی بڑی اِستعداد والے سب ہی سمجھتے رہے ہیں اَور ہر زمانہ میں وہ صادق نظر آتا رہا ہے یہ قرآنِ پاک کا عجیب اِعجاز ہے ورنہ جب کوئی بات اِجمال کے ساتھ بیان کی جاتی ہے تو سمجھنی مشکل ہوتی ہے مگر قرآنِ پاک میں یہ بات نہیں ہے وہ پھر بھی بسہولت سمجھ میں آجاتا ہے اَور اُس کے کلماتِ پاک ہر زمانہ میں ہر دَور میں ہر نئی بات پر صادق آتے رہے ہیں اَور آتے رہیں گے مثال کے طور پر پہلے زمانہ میں آسمان پر کوئی نہیں چڑھا تھا مگر قرآنِ پاک میں اِرشاد ہے :

﴿ مَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّهٗ یَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَیِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ ﴾ (پارہ ۸ رکوع ۲)

''یعنی جسے حق تعالیٰ گمراہی پر چھوڑ دیں تو اُس کا سینہ (گھٹا ہوا) تنگ کر دیتے ہیں گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے۔''

اِس آیت کا مطلب گزشتہ پرانے زمانے میں بھی سمجھ میں آتا تھا کہ بہت بلندی پر دَراز چڑھائی کی وجہ سے سینہ تنگ ہوجاتا ہے لیکن آج کے دَور میں اَور زیادہ واضح ہوگیا کہ واقعی جب بلندی پر پرواز کی جاتی ہے تو ۴۵ ہزار (فٹ) کے قریب اُوپر جانے پر آکسیجن کی کمی ہوجاتی ہے اَور سینہ گھٹنے لگتا ہے یہی قرآنِ پاک کا اِعجاز ہے۔ نیز قرآنِ پاک میں اِرشاد ہے :

﴿ وَالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْکَبُوْهَا وَزِیْنَةً وَّیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ۱

''اَور گھوڑے پیدا کیے اَور خچریں اَور گدھے کہ اِن پر سوار ہو اَور زینت کے لیے۔ اَور (اُنہیں بھی) پیدا کرے گا جو تم نہیں جانتے۔''

اُس وقت موٹر کار، ریل، جہاز وغیرہ نہیں تھے لیکن یہ سب اِس جملہ میں داخل ہیں کہ حق تعالیٰ وہ چیزیں پیدا فرمائیں گے جو تم نہیں جانتے۔ اَب یہ دیکھیے کہ قرآنِ حکیم کی آیات میں بکثرت جگہ جگہ یہ ذکر موجود ہے کہ حق تعالیٰ نے اِنسانوں کے لیے فلاں فلاں چیزیں مسخر فرمائی ہیں اَور ساتھ ہی دعوتِ فکر و تدبر دی گئی ہے اَور یہ بھی اِرشاد ہوا ہے کہ یہ سب خداوندِ کریم کی قدرتِ کاملہ کی نشانیاں ہیں۔

''تسخیر'' کا مطلب :

''تسخیر'' عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ''تابعِ ارادہ'' کر لینے کے ہیں۔ کسی کو اَپنے ارادہ کے تابع کر کے اُس سے کام لیا جاتا ہے اَور فائدہ اُٹھایا جاتا ہے اِس لیے تسخیر کا لفظ قرآنِ حکیم میں فائدہ اُٹھانے کے معنٰی میں بھی آیا ہے۔ تو گویا یہ لفظ دونوں معنٰی (تابعِ ارادہ کرنے اَور فائدہ اُٹھانے کے معنٰی) میں اِستعمال ہوتا ہے مثلاً ایک آیتِ مبارکہ میں اِرشاد ہے :

﴿ وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا وَجَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الْفُلْکِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْکَبُوْنَ. لِتَسْتَوٗا عَلٰی ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْکُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّکُمْ اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ. وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴾ ۲

''اَور جس نے سب چیز کے جوڑے بنائے اَور تمہارے لیے کشتیوں اَور چوپایوں کو بنایا جس پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ تم اُس کی پیٹھ پر (ٹھیک طرح) سواری کرو پھر اپنے رب کا اِحسان یاد کرو جب اُس پر بیٹھ چکو اَور کہو پاک ذات ہے وہ جس نے اِس کو ہمارے بس میں کر دیا اَور ہم اِس کو قابو میں نہ لا سکتے تھے اَور ہم کو اپنے رب کی طرف پھر جانا ہے۔''

---

۱ پ ۱۴ سُورہ نحل رکوع ۱ ۲ پ ۲۵ سُورہ زُخرف رکوع ۱

اِس آیتِ مبارکہ میں وہ چیزیں ذکر فرمائی گئی ہیں کہ جن سے ہم کام لیتے ہیں کشتیاں اَور سواریاں سب خدا ہی نے ہمارے نفع کے لیے بنائی ہیں یعنی اِن کی ساخت ہمارے ذہنوں پر اِلہام و اِلقاء فرمائی لہٰذا اللہ ہی کی ذات ہے جس نے اِنہیں ہمارے لیے مسخر فرمایا ہے اَور ہمارے فکر و تدبیر کو کارآمد بنایا۔﴿ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا ..... الآیۃ ﴾ دُوسری جگہ اِرشاد ہے :

﴿ وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرَاتٌ بِاَمْرِہٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَاتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴾ ؁

''اللہ نے تمہارے کام میں لگا دیا رات دِن، سورج اَور چاند کو اَور ستارے اُس کے حکم سے کام میں لگے ہیں یقینًا اِس میں سمجھ والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔''

یہاں دِن و رات کے مسخر ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ بھی ہمارے لیے مسخر کیے گئے ہیں یعنی اِن میں ہمارے لیے منافع مقدر فرمائے گئے ہیں اگرچہ دِن و رات ہمارے اِرادہ کے تابع نہیں ہیں اَور ہم اُن سے جب چاہیں جیسے چاہیں کام نہیں لے سکتے۔

﴿ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُوْلِی الْاَلْبَابِ. الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ ؂

''یقینًا آسمان و زمین کا بنانا اَور رات دِن کا آنا جانا اِس میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں کہ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے، بیٹھے اَور کروٹ پر لیٹے اَور آسمان و زمین کی پیدائش میں تفکر کرتے ہیں۔ کہتے ہیں اے ہمارے رب تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا تو سب عیبوں سے پاک ہے سوائے خدا ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔''

غرض مسخر کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک ہے اَور کس چیز سے کتنا نفع اُٹھا سکتے ہیں اِس کی تحدید نہیں کی گئی۔ ایک جگہ چاند و سورج کی تسخیر کا ذکر ہے۔

؁ پ۱۴ سُورہ نحل رکوع۲ ؂ پ۴ سُورہ آل عمران رکوع ۱۱

﴿ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ. وَاٰتٰكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴾ [1]

''اَور تمہارے کام میں سورج اَور چاند کو ایک دستور پر برابر (لگادیا) اَور تمہارے کام میں رات اَور دِن کو لگادیا اَور ہر چیز میں سے جو تم نے مانگی تم کو دیا اَور اگر اللہ کے اِحسان گنو تو پورے نہ کر سکو۔ یقیناً اِنسان بڑا بے اِنصاف اَور ناشکر ہے۔''

اِس میں تسخیر کا ذکر فرمانے کے بعد فطرتِ اِنسانی کا ذکر بھی فرمایا گیا ہے کہ اِنسان بہت ظلم کرتا ہے بہت کفرانِ نعمت کرتا ہے حالانکہ اِنسان پر ہمارے اِنعامات اِتنے ہیں کہ وہ شمار نہیں کر سکتا۔ ہر سانس نعمت ہے ہر لقمہ نعمت ہے ہر گھونٹ نعمت ہے پھر جو کچھ بھی طلب کرتا ہے اُسے دیا جاتا ہے۔

یہ بات بھی اِس آیتِ مبارکہ سے واضح ہو رہی ہے کہ اِنسان بلا قید مذہب و ملت و ملک اِن تمام نعمتوں سے مستفید ہوتا ہے اَور دُنیا میں یہ اَور سب نعمتیں سب کو عنایت ہوتی ہیں لہٰذا یہ ضروری نہیں کہ سائنس میں ایک مسلمان کو ترقی ہو کافر کو نہ ہو۔

''سائنس'' اَور مسلمان :

اگرچہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سائنسی معلومات میں مسلمانوں نے بہت ترقی کی تھی اَور آج کی اَقوامِ عالم مسلمانوں کی ہی خوشہ چین ہیں۔ سقوطِ قرطبہ (اِسپین) کے بعد اُس کی کتابیں ۱۴۰۰ عیسوی میں یورپ کی حکومتوں میں پہنچیں تقریبًا سو سال اُن کو اِن کتابوں کے سمجھنے میں لگے پھر اِیجادات شروع کردیں۔

اَجرامِ فلکی کے نام :

فلکیات میں مسلمانوں کی ترقی کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ بہت بہت دُور واقع ستاروں کے نام اُن قدیم کتابوں میں موجود ہیں جو اَب تک یورپین حکومتوں کی لائبریریوں میں محفوظ ہیں اَور بہت سے ناموں سے اَنداز ہوتا ہے کہ یہ عربی سے لیے گئے جیسے دُبِّ اَکْبَر (ستاروں کے مجموعہ کا نام ہے) عربی میں پہلے رکھا گیا پھر اَنگریزی میں لیا گیا وغیرہ۔

---

[1] پ ۱۳ رکوع ۱۷

علامہ اِقبال نے اِن ہی سائنسی خزانوں کی طرف اِشارہ کرکے مرثیہ کہا ہے :

حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ ایک عارضی شے تھی
نہیں دُنیا کے آئینِ مسلم سے کوئی چارا
مگر وہ علم کے موتی ، کتابیں تیرے آبا کی
جنہیں یورپ میں گر دیکھیں تو دِل ہوتا ہے سیپارا

غنی روزِ سیاہِ پیر کنعاں را تماشا کن
کہ نور دیدہ اَش روشن کند چشم زُلیخا را

یعنی جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اَولاد حضرت یوسف علیہ السلام جب آنکھوں کی ٹھنڈک بننے کے قابل ہوئے اَور بڑے ہوئے تو بجائے اِس کے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنتے وہ زُلیخا کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنے اَور حضرت یعقوب علیہ السلام کی غم فراق میں بینائی بھی جاتی رہی۔ اِسی طرح یہ کتابیں اَور تحقیقات جن سے اِیجادات ظہور میں آتیں جب وقت آیا تو ہم سے چھن گئیں ہم بجز کفِ اَفسوس ملنے کے اَور کچھ نہیں کرسکتے اَور دُشمنانِ اِسلام اِن سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں، سچ ہے ﴿ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ﴾ [1]

''تو جسے چاہے سلطنت عطاء کردے اَور جس سے چاہے سلطنت چھین لیوے اَور جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذِلت دے۔''

آقائے نامدار ﷺ سے پہلے بھی دیگر اَنبیائے کرام نے ہی خلقِ خدا کو ضروریاتِ زندگی سکھائیں بہت سی صنعتیں جیسی جیسی ضرورت ہوتی رہی اَنبیائے کرام تعلیم فرماتے رہے۔

''خلاء'' اَور اَنبیاء علیہم السلام :

بعض اَنبیاء کی طرف مشہور فلاسفہ کی نسبت بھی کی گئی ہے کہ وہ اُن اَنبیاء کے شاگرد تھے مثلاً یہ

[1] پ ۳ رکوع ۱۱

کہ فیثا غورث حضرت سیّدنا اِدریس علیہ الصلوۃ والسلام کے شاگرد تھے اَور اُن کا نظریہ ستاروں، سیّاروں اَور اَفلاک کے بارے میں وہ تھا جو آج کے فلسفۂ جدید اَور سائنس کا ہے۔

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ ہمارے مدارس میں بطلیموس کا فلسفہ اَور علمِ ہیئت میں اُس کے نظریات سکھائے جاتے ہیں جس کی وجہ وہ تاریخی حالات ہیں جو اُوپر گزرے جن کے تحت علمائے کرام نے فلسفہ سیکھا اَور اُسی طرز پر معتزلہ (نیچری فرقہ) کا رَد لکھا اِس (یورپی) فلسفہ کی رُو سے ثابت ہوتا ہے کہ چاند آسمان میں گڑا ہوا ہے قرآنِ پاک یا اَحادیث میں یہ نہیں ہے [1] سائنس مسلمانوں کے گھر کی چیز تھی مسلمانوں نے بہت بہت اِیجادات کیں۔

نبی علیہ السلام کا اِرشاد اَور ''راکٹ'' :

خود جنابِ رسالت مآب ﷺ نے بعض ایسے جنگی اُصول بتلائے جو آج تک تسلیم کیے جاتے ہیں اَور آئندہ بھی مانے جائیں گے مثال کے طور پر آپ نے ﴿ وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ ﴾ (پ۱۰ رکوع۴) (اُن کی لڑائی کے واسطے جو کچھ قوت جمع کر سکو تیار کرو) کی ہدایت کے ساتھ یہ اُصول تعلیم فرمایا : اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ (ترمذی کتاب التفسیر) دیکھو ! اَصل طاقت پھینکنے کی ہوتی ہے۔

چنانچہ تیر اَندازی سے لے کر بین البراعظمی میزائلوں تک سب اِس اصول کے تحت داخل ہیں طائف کی لڑائی میں منجنیق اِستعمال کی گئی یہ دُشمن پر آگ کا گولا پھینکنے کے کام کرتی تھی۔

''بارُود'' اَور مسلمان :

پھر مسلمانوں نے کیا کیا اِیجادات کیں اِس کا اَندازہ اِس سے لگایئے کہ بارُود کا اِستعمال مسلمانوں نے سب سے پہلے شروع کیا، اِسپین اَور سسلی کے کارخانوں میں بوتلوں میں ایک مسالہ بھرا جاتا تھا جنہیں مشینوں کے ذریعہ دُشمنوں پر پھینکا جاتا تھا۔

---

[1] اَب کافی عرصہ سے دینی مدارس میں جدید فلسفہ، سائنس اَور دیگر علومِ عصریہ بھی پڑھائے جاتے ہیں، قدیم فلسفہ بعض قدیم اِصطلاحات سے باخبر رہنے کے لیے بہت تھوڑی مقدار میں بقدرِ ضرورت پڑھایا جاتا ہے۔ محمود میاں غفرلہٗ

یورپ کے مؤرخین راجر بیکن کو بارُود کا موجد قرار دیتے ہیں حالانکہ اُس نے بارُود سازی عربی کتاب اَلْنِیْرانُ الْمُحْرِقَۃُ سے سیکھی تھی۔ (تمدن عرب)

''توپ'' :

توپ اَفریقہ کے باشندے سردار یعقوب نے اِیجاد کی اَور ۱۲۰۵ء میں اِستعمال کی۔ راجر بیکن کو اِس کا موجد کہنا درست نہیں۔

عینک شیشہ، گھڑی اَور ہوائی مشین :

اِسپین کے ایک مسلمان سائنسدان نے جس کا نام حکیم عباس تھا عینک کا شیشہ، گھڑی اَور ہوا میں اُڑنے والی مشین اِیجاد کی، یہ ہیلی کاپٹر یا ہوائی جہاز جیسی چیز ہو گی۔

''مصنوعی چاند'' :

ایک ترکستانی سائنسدان حکم بن ہاشم نے جو نخشب کا رہنے والا تھا اَور بغداد میں اُس نے سائنس کی تعلیم حاصل کی تھی ایک مصنوعی چاند بنایا تھا جس سے سو مربع میل علاقہ روشن ہو جاتا تھا اُس کی یہ اِیجاد ''مہِ نخشب''[۱] کے نام سے معروف چلی آتی ہے۔

''کیمسٹری'' اَور مسلمان :

جَابِرُ بِنْ حَیَّانْ، علمِ کیمیا میں ایک کامیاب شخص تھا اُس نے قسم قسم کے تیزاب اِیجاد کیے، سونا بنانے کے اُصول بتلائے (یہ فن آج تک بھی ایسا ہے کہ اِس کے جاننے والے ایشیا میں اَب بھی مِل جاتے ہیں اَور سستی چیزوں سے قیمتی دھاتیں بنا لیتے ہیں۔ اِس میں اَب تک بھی یورپین سائنسدان کامیاب نہیں ہو سکے) یہ شخص کثیر التصانیف بھی تھا اِس کی تصانیف کا یورپ میں ترجمہ کیا گیا ہے۔

ہارون الرشید نے ۷۶۸ء میں شارلیمان کو تحائف میں ایک گھڑی دی اُس میں سورج اَور چاند بنائے گئے تھے۔ ہر گھنٹہ پر ٹن، ٹن، یہ گھنٹی بھی بجاتی تھی۔

---

[۱] نَخْشَبْ کا چاند

''قطب نما'' اَور مسلمان :

قطب نما بھی عربوں کی اِیجاد ہے یہ بہت اَعلیٰ دَرجہ کے جہاز راں ہوتے تھے، اِنڈونیشیا اَور چین تک وہ جہاز لے جایا کرتے تھے۔

''کولمبس''......عربوں کا نوکر :

اَور کولمبس بھی عربوں ہی کا ملازم یا غلام تھا جو اَمریکہ کی سرزمین پر جایا کرتے تھے اَور وہاں کی پیداوار میں سے جواہرات وغیرہ لایا کرتے تھے۔

''کاغذ'' کی صنعت :

صنعتِ کاغذ سازی چینیوں کی اِیجاد تھی اَور ہارون الرشید کے زمانہ میں بغداد میں باقاعدہ سب سے پہلا کارخانہ بنایا گیا۔ ہمارے یہاں بھی کاغذ بسہولت بنایا جاتا تھا، ڈیرہ اسمٰعیل خان وغیرہ میں گھروں میں بہت اچھا کاغذ بنایا جاتا تھا۔ مولانا عبدالکریم صاحب مدظلہم کے دادا صاحب نے جو گلاچی کے رہنے والے تھے، اپنے دستِ مبارک سے کاغذ اَور عمدہ روشنائیاں بنائیں اَور کتابیں لکھیں جو اُن کے پاس موجود ہیں۔

''چیچک'' کا ٹیکہ :

چیچک کا ٹیکہ مسلمانوں کی اِیجاد ہے۔ یورپ والوں نے ۱۷۲۱ء کے بعد قسطنطنیہ سے سیکھا تھا۔

''آنکھ کا آپریشن'' :

آنکھ کا آپریشن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں ہونے لگا تھا، اَسماء الرجال کی کتابوں میں ہے حضرت اِبن عباس رضی اللہ عنہما سے اُن کی آنکھ کے آپریشن کے لیے عرض کیا گیا مگر اُنہوں نے اِنکار فرمادیا۔

عمارتیں، ڈیم اَور اَیشیا :

عمارتی دُنیا میں تو ایشیا نے کئی بار بہت ترقی کی ہے۔ ملکہ سباء کا محل اِکیس منزلہ تھا اَور اہلِ یمن

نے نہایت عظیم بند تعمیر کرکے نہریں نکالی تھیں، اُن کی ترقی اَور زوال کا حال بائیسویں پارہ میں سورۂ سباء کے دُوسرے رکوع میں ہے۔

آسمان :

اَلبتہ آج کی سائنس آسمان کا وجود نہیں مانتی لیکن سب سائنسدان اپنی معلومات کے بارے میں کہتے ہیں کہ جو چیز ہمارے علم کے اِعتبار سے آج درست ہے وہ کل غلط ہو سکتی ہے اِس لیے ہو سکتا ہے کہ اُنہیں آج تک یہ بعید و شفاف چیز نظر نہ آئی ہو جس کے بارے میں باری تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا ہے کہ

﴿ وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴾ (پ ۲۷ رکوع ۲)

''اَور ہم نے آسمان بنایا قدرت و قوت سے اَور ہم وسیع القدرت ہیں (اِس سے بھی بڑی چیز پیدا کر سکتے ہیں)۔''

﴿ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِىَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ . فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ ﴾ (پ ۲۴ رکوع ۱۶ حٰم السجدہ)

''پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی اَور وہ دھواں تھا۔ سو اِس سے اَور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے، دونوں نے عرض کیا ہم خوشی سے حاضر ہیں۔ پھر کردیے وہ سات آسمان ...... الآیۃ ۔''

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا . رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا . (پارۂ عم رکوع ۴)

''کیا تمہارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا ؟ اُس نے اُس کو بنایا، اُس کا اُبھار اُونچا کیا پھر اُس کو برابر کیا۔''

جبکہ ہماری دُوربینوں کی رسائی وسعتِ عالم کے اِعتبار سے بہت کم ہے اَور جو کچھ نظر آتا ہے اُس کے بارے میں بھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ وہی ہے جو ہم دیکھ کر سمجھ رہے ہیں یا کچھ اَور۔

اَور عالم کی وسعت کا یہ حال ہے کہ نظامِ شمسی سے قریب ترین ستارہ کا فاصلہ ''روشنی کے

ساڑھے چار سال'' ہیں۔ اَور ایک سال میں روشنی کی رفتار اَڑسٹھ کھرب پینسٹھ اَرب میل سے زیادہ ہوتی ہے تو اِس ستارہ کا فاصلہ تین پدم میل سے زیادہ ہوا۔ یہ قریب ترین ستارہ کا فاصلہ ہے۔

ہمارا نظامِ شمسی :

ہماری گلیکسی (یعنی ستاروں کے ایک خاص نظام کا جھرمٹ جس میں کروڑوں یا اَربوں یا اِن سے بھی زائد سیارے اَور ستارے واقع ہیں اَور اِس کی شکل ایسی ہے جیسے گلی کی جس سے بچے کھیلتے ہیں) اِس کا عرضًا فاصلہ بیس ہزار روشنی کے سال ہیں اَور طولاً ایک لاکھ سال ہیں۔ اَور سورج سے عرضًا گلیکسی کے قریب ترین سرے کا فاصلہ تقریبًا ڈھائی ہزار روشنی کے سال اَور طولاً قریب ترین سرے کا فاصلہ دس ہزار روشنی کے سال ہیں۔

یہ ہماری گلیکسی کی وسعت کا حال ہے اَور گلیکسیاں اِتنی زیادہ ہیں کہ اُن کی صحیح تعداد اللہ ہی جان سکتا ہے۔ اِس سے عالموں کی وسعت کا اَندازہ کیجیے اَور آیتِ مبارکہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے محظوظ ہو جیئے۔ ہم رب العالمین کے نظام کا تصور بھی نہیں کر سکتے ایک عجیب نظام ہے۔ جب سائنسدانوں سے معلومات حاصل کرتے ہیں تو ایک مجذوب کی بڑ لگتی ہے حالانکہ وہ مشاہدات اَور حساب سے بتلاتے ہیں۔

ہماری گلیکسی کے قریب ترین سرے کا فاصلہ سورج اَور زمین سے تقریبًا ڈھائی ہزار نوری سال ہے (کیونکہ سورج کا زمین سے (روشنی کی رفتار کے مطابق) صرف آٹھ ساڑھے آٹھ منٹ کا فاصلہ ہے، وہ نو کروڑ تیس لاکھ میل دُور ہے تو سورج اَور زمین دونوں ہی سے گلیکسی کے سرے کا فاصلہ بالکل ایک سا ہوا)۔

ہمارے پاس کوئی سواری ایسی نہیں ہے نہ ہی ایسی سواری اِیجاد کر سکنے کا اِمکان ہے کہ جو روشنی کی رفتار کے برابر ہو سکے اَب تک جو تیز سے تیز رفتار سواری اِیجاد ہو سکی ہے اُس کی رفتار سات میل فی سیکنڈ ہے جبکہ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے۔

اِس لیے عمرِ اِنسانی اَپنی گلیکسی کے پار کرنے کے لیے بھی ناکافی ہے۔ اَور ہو سکتا ہے کہ آسمان

اِن سب گلیکسیوں کو محیط ہو۔ ہم سے بعید ترین گلیکسی کا فاصلہ پانچ اَرب لائٹ ریز ہے تو اَندازہ کیجیے کہ آسمان کتنی وسعتوں پر حاوی ہوگا۔ سچ اِرشاد ہے : ﴿ وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴾ ''اَورہم نے آسمان کو اَپنی قدرت سے بنایا اَور یقینًا ہم بہت وسعت پیدا فرما دینے والے ہیں۔''

اِس حساب سے آسمان تک اِنسان مادّی طاقت سے کبھی نہیں پہنچ سکتا۔

یہ تو وسعتِ عالم کا ذکر تھا جہاں تک اِنسان کی نظر یا قیاس پہنچا اَب اُن عالموں میں واقع اَجرام کتنے بڑے بڑے ہیں اُن کا ایک اَندازہ اِس سے کیجیے کہ سورج زمین سے تین لاکھ تیس ہزار گنا بڑا ہے۔ اَور بیٹل گیکس (Betelgeuse) سورج سے اَسی ہزار گنا بڑا ہے۔

میں نے یہ معلومات اہلِ فن سے حاصل کی ہیں اُن کی مدد سے اِس موضوع پر جدید کتابیں دیکھی ہیں خصوصًا جناب ملک فقیر محمد صاحب ڈائریکٹر موسمیات ملتان سے۔ جَزَاهُ اللّٰهُ خَيْرًا

خلاصہ یہ ہوا کہ آسمان کا وجود ہے چاہے وہ کسی بھی چیز سے نہ دیکھا جاسکتا ہو کیونکہ قرآنِ حکیم میں بتلایا گیا ہے۔ اَور ممکن ہے چاند یا کسی دُوسرے سیارے پر پہنچنے کے بعد کبھی دُوربینوں سے اِنسان دیکھ بھی سکے۔ اَور شاید وہاں آسمان کی طرف زیادہ صاف طرح نظر جاسکے اَور آسمان کا وجود نظر بھی آسکے کیونکہ وہاں فضاء زیادہ صاف ہوگی۔

سائنسی تحقیقات خود سائنسدان کی نظر میں :

اَور اگرچہ آج تک سائنسدان آسمان نہیں دیکھ سکے لیکن کل کیا ہوگا ؟ اِس کے بارے وہ خود بھی قائل ہیں کہ ''جو کچھ آج ہمارے نزدیک صحیح ہے وہ کل (تجربہ سے) غلط ہوسکتا ہے۔''

اَور قرآنِ حکیم کی یہ آیتِ مبارکہ سائنسدان غور کریں تو نہ معلوم کتنی اَور حقائق کی نشاندہی کرے گی۔ اَرشاد ہے :﴿ اَوَلَمْ يَرَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ﴾ (پ ۱۷ رکوع ۳) ''کیا اُن کافروں کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ آسمان وزمین بند تھے پھر ہم نے اُن کو کھول دیا ہے۔''

(جاری ہے)

قسط : ۲۶

پردہ کے اَحکام

﴿ اَز افادات : حکیم الامت حضرت مولانا اَشرف علی صاحب تھانوی ؒ ﴾

زیور کا اِستعمال

زیور اِستعمال کرنے کی اِبتدائی اَصل غرض :

عقلاء نے زیور (اِستعمال کرنے کی وجہ اَور) تجویز اِس لیے نکالی ہے کہ یہ نقد (روپیہ پیسہ) کے لیے قید ہے کیونکہ اِس سے رقم محفوظ ہو جاتی ہے یعنی مثلاً ہم کو کسی وقت چار آنے کی ضرورت ہو تو اُس کے لیے روپیہ تو تڑوا لیں گے مگر پانچ سو روپیہ کی چوڑیاں (یا زیور کو عادۃً) فروخت نہیں کر سکتے تو روپیہ اَکثر جمع نہیں رہ سکتا اَور زیور سے رقم محفوظ ہو جاتی ہے، زیور پہننے سے اَصلی غرض یہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قصبات (اَور شہروں) میں زیور زیادہ ہوتا ہے کیونکہ دیہاتی لوگ بینک وغیرہ میں رکھنا نہیں جانتے اَور جب (زیور) کی یہ غرض ہے تو اِس کا خوبصورت اَور بدصورت ہونا کیسا ؟ بلکہ اِس غرض کے لیے تو اَور بھدا بنوا کر پہننا چاہیے تاکہ کسی کی نگاہ اِس پر نہ اُٹھے اَور کوئی پیچھے نہ لگ جائے اَور اگر بھدا بھی نہ ہو تو خیر پہلی دفعہ تو خوبصورت بنوا لو پھر جیسا بن جائے اُس پر اِکتفا کرو۔ (اَسباب الغفلۃ ص۳۸۲)

زیور اِستعمال کرنے کے نقصانات :

زیور میں یہ نفع بیان کیا جاتا ہے کہ مال محفوظ ہو جاتا ہے کیونکہ نقد روپیہ تو خرچ ہو جاتا ہے اَور زیور بنوانے سے اِس کی حفاظت ہو جاتی ہے۔ میں اِس کو کسی دَرجہ میں تسلیم کرتا ہوں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اِس میں کوئی نقصان بھی ہے یا نہیں۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس میں قومی، ملکی، ذاتی سب قسم کے نقصانات ہیں۔

☆ قومی نقصان تو یہ ہے کہ زیور دِکھلاوے اَور بڑے بننے کے لیے پہنا جاتا ہے اَور بڑا

بننے کی عادت بری ہے، حدیث میں ہے : لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِّنْ کِبْرٍ یعنی جس شخص کے دِل میں ذرّہ برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا (نیز زیور کے پہننے سے کبھی) دُوسرے کی تحقیر مقصود ہوتی ہے اَور جب اِس سے کسی کی تحقیر کی گئی تو مساوات نہیں رہی اَور قومی ترقی کا اَصل الاصول مساوات ہے۔

☆ ملکی نقصان یہ ہے کہ زیور کی محبت حُبِّ مال ہے اَور جس قوم میں مال کی محبت ہے وہ کوئی کام ملکی ترقی کا نہیں کر سکتی۔

☆ اَور ذاتی نقصان تو سب سے پہلے یہ کہ اِس کی حفاظت کرنی پڑتی ہے، ہر وقت خطرہ میں ہے کہ کوئی لُوٹ نہ لے، کوئی چرا نہ لے، کہیں کھو نہ جائے۔

دُوسرا نقصان یہ ہے کہ زیور پہن کر عورتیں کچھ کام نہیں کر سکتیں اچھی خاصی اَپاہج بن جاتی ہیں، جب وہ ہلنے جلنے کے بھی کام کی نہ رہیں تو صحت کی جوگت ہوگی وہ معلوم ہے (یہ صحت کا نقصان ہے)۔

تیسرا نقصان یہ ہے کہ بعض دفعہ زیور ٹوٹ جاتے ہیں یا کھو جاتے ہیں اَور بناتے وقت سُنار اُن میں کھوٹ مِلاتے ہیں، یہ سب مالی نقصان ہوا۔

اِن دُنیوی نقصانات کے علاوہ دینی نقصان تو اِس قدر ہیں کہ کوئی نفع اِس کا مقابلہ ہی نہیں کر سکتا۔ اِضاعتِ وقت اَور اِسراف (فضول خرچی) اَور مال کی محبت اَور ریا، سمعہ (شہرت، دِکھلاوا) اَور تکبر وتفاخر، یہ اِس کے نتائج ہیں جس کو ہم لوگوں نے بہت ہی معمولی سمجھ رکھا ہے اِن کے متعلق جو وعیدیں قرآن و حدیث میں وارِد ہیں اُن کو کوئی دیکھے تو کبھی زیور کا نام نہ لے مگر طبیعتوں میں ایسا اِنقلاب ہوا ہے کہ دُنیوی و دینی نقصانات کے باوجود عورتوں کو دِن رات اِس سے فرصت ہی نہیں۔

(ملفوظاتِ اَشرفیہ مطبوعہ ملتان ص ۲۸۶)

زیور اِستعمال کرنے کا شرعی حکم :

عورتوں کو زیور پہنانا جائز ہے لیکن زیادہ نہ پہننا بہتر ہے جس نے دُنیا میں نہ پہنا اُس کو

آخرت میں بہت ملے گا۔ اَور بجتا زیور (یعنی جس زیور میں آواز ہوتی ہو) پہننا درست نہیں جیسے پازیب وغیرہ اَور بجتا زیور چھوٹی لڑکیوں کو بھی پہننا جائز نہیں۔

چاندی اَور سونے کے علاوہ اَور کسی چیز کا زیور پہننا بھی درست ہے جیسے پیتل، گلٹ، رانگا وغیرہ مگر اَنگوٹھی سونے چاندی کے علاوہ اَور کسی چیز کی درست نہیں۔ (بہشتی زیور ص ۴۸)

ضرورت کی وجہ سے لباس و زیور اِستعمال کرنے کی مختلف صورتیں اَور شرعی اَحکام :

ضرورت کے دَرجے بھی ہیں :

☆ ایک یہ کہ جس کے بغیر کام نہ چل سکے یہ تو مباح بلکہ واجب ہے۔

☆ دُوسرے یہ کہ ایک چیز کے بغیر کام تو چل سکتا ہے مگر اِس کے ہونے سے راحت ملتی ہے اگر نہ ہو تو تکلیف ہوگی گو کام چل جائے گا مگر دِقت (دُشواری) سے چلے گا ایسے سامان کے رکھنے کی بھی اِجازت ہے۔

☆ ایک سامان اِس قسم کا ہے جس پر کوئی کام نہیں اَٹکتا نہ اِس کے بغیر تکلیف ہوگی مگر اِس کے ہونے سے اَپنا دِل خوش ہوگا۔ تو اَپنا جی خوش کرنے کے واسطے بھی کسی سامان کے رکھنے کا بشرطِ وسعت مضائقہ نہیں، یہ بھی جائز ہے۔

☆ ایک یہ کہ دُوسروں کے دِکھانے اَور اُن کی نگاہ میں بڑا بننے کے لیے کچھ سامان رکھا جائے، یہ حرام ہے۔

یہ جو ضرورت وغیرہ کے دَرجات میں نے لباس و زیور وغیرہ کے متعلق بیان کیے ہیں یہ اِن کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ دَرجہ ہر چیز میں ہے، دُوکان میں بھی اَور برتنوں میں بھی۔ ہر چیز میں ضرورت کا معیار یہ ہے کہ جس کے بغیر تکلیف ہو وہ ضروری ہے اَور جس کے بغیر تکلیف نہ ہو وہ غیر ضروری۔ اَب اگر اِس میں اَپنا دِل خوش کرنے کی نیت ہو تو مباح ہے اَور اگر دُوسروں کی نظر میں بڑا بننے کی نیت ہو تو حرام ہے، اِس معیار کے موافق عمل کرنا چاہیے۔ (غریب الدنیا ص ۱۵۶)

دِل کا چور، زیور اَور لباس پہننے میں فاسد نیت :

جو عورتیں اَپنی راحت کے لیے یا اَپنا اَور اَپنے خاوند کا جی خوش کرنے کے لیے قیمتی کپڑا یا زیور پہنتی ہیں تو اُن کو مذکورہ شرط کے ساتھ (یعنی دِکھلاوے اَور تکبر کے لیے نہ ہو اُن کو) تو گناہ نہیں ہوتا اَور جو عورتیں محض دِکھلاوے کے لیے پہنتی ہیں وہ گنہگار ہیں۔ اَور اِس کی علامت یہ ہے کہ اَپنے گھر میں تو ذلیل وخوار بھنگنوں کی طرح رہتی ہیں اَور جب کہیں شادی میں نکلیں گی تو نواب کی بچی بن کر جائیں گی، اَب عورتیں دیکھ لیں (اَور اپنے دِل کو ٹٹولیں) کہ یہ جوڑے بدل بدل کر جاتی ہیں اِس میں اُن کی کیا نیت ہوتی ہے اگر اَپنی راحت اَور دِل کی خوشی ہے تو گھر میں اِس ٹھاٹھ سے کیوں نہیں پہنتیں۔

بعض عورتیں کہتی ہیں کہ ہم اَپنے خاوند کی عزت کے لیے عمدہ جوڑا پہن کر نکلتی ہیں اگر اِس تاویل کو مان لیا جائے تو پہلی دفعہ ایک جوڑا تم نے شادی کے لیے نکالا تھا، خاوند کی عزت کے لیے تمہارے خیال میں وہی کافی تھا اَب دیکھو کہ اَگر کبھی شادی میں دو تین دِن جانا ہو جائے تو تم تینوں دِن اِسی ایک جوڑے میں جاؤ گی یا ہر دِن نیا جوڑا بدلو گی ؟ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ ہر دِن نیا جوڑا بدلا جاتا ہے آخر یہ کیوں ؟ خاوند کی عزت کے لیے تو ایک ہی کافی تھا مگر نہیں۔ ایک جوڑے میں ہر دِن نہیں جاسکتیں بلکہ ہر دِن نیا جوڑا بدلتی ہیں، اگر اَور کچھ نہ بھی بدلیں گی تو دوپٹہ تو ضروری بدلیں گی کیونکہ وہ سب سے اُوپر رہتا ہے سب کی نظریں اُس پر پہلے پڑتی ہیں اِس لیے اِس کو ضرور بدلیں گی تاکہ ہر دِن نیا جوڑا معلوم ہو، یہ سب ریا ہے اَور اِس غرض سے قیمتی کپڑا یا زیور پہننا حرام ہے۔ (غریب الدنیا ۱۵۶)

زیور اِستعمال کرنے کا شرعی حکم

لباس وزیور میں کوتاہی کا آسان علاج :

(عورتوں کو جب دیکھو) اُن کی تمام تر گفتگو زیور، کپڑے، روپے پیسے کے متعلق ہوتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ اُن میں زیور کی اَور لباس کی محبت بہت زیادہ ہے۔ اگر کوئی کہے کہ یہ اُمور عورتوں میں فطری ہیں پھر فطری اَمر پر کیوں ملامت کی گئی وہ تو اِختیار سے باہر ہے ؟

اِس کا جواب یہ ہے کہ فطری اَمر پر ملامت کرنا مقصود نہیں بلکہ اِعتدال کی تعلیم مقصود ہے کہ عورتوں کو زینت میں اِنہماک نہ ہونا چاہیے باقی اِعتدال کے ساتھ زینت ضروری ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ شوہر بیوی کو زینت نہ کرنے پر مار سکتا ہے مگر یہ نہ ہونا چاہیے کہ رات دِن اِسی فکر میں رہیں لیکن اِن کا مزاج یہ ہوگیا ہے کہ رات دِن اِسی فکر میں پڑی رہتی ہیں۔ رات دِن اُن کا یہی مشغلہ ہوتا ہے۔ اِس کا علاج یہ ہے کہ زیور کا اِستعمال کم کر دیا جائے، یہ مطلب نہیں کہ اَپنے گھر میں اِستعمال کم کردو کیونکہ اَپنے گھر میں تو عمومًا عورتیں زیور پہنتی ہی نہیں اَور لباس بھی معمولی ہی پہنتی ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب کسی دُوسرے کے گھر جاؤ تو زیور کم پہن کر جاؤ اَور لباس بھی معمولی پہن کر جاؤ، باقی سارے زیور اَور قیمتی جوڑوں کو اَپنے گھر میں پہنو کیونکہ شریعت نے عورتوں کو سونے چاندی کا زیور اَور ریشم کا کپڑا اِسی لیے حلال کیا ہے تاکہ وہ شوہر کے سامنے اِس سے زینت کرسکیں۔

تو اِن کے اِستعمال کا اَصلی محل اَپنا ہی گھر ہے مگر اَب عورتوں نے اِس تعلیم کے خلاف یہ طرز اِختیار کر رکھا ہے کہ شوہر کے سامنے تو معمولی حالت میں رہیں گی اَور دُوسرے کے گھر بن ٹھن کر جائیں گی تو یہ عمل خلافِ شریعت بھی ہے اَور اِس سے زیور اَور لباس کی محبت بڑھتی ہے، اِس لیے عورتوں کو شریعت کی اَصل تعلیم پر عمل کرنا چاہیے کہ اَپنے گھر میں سب زیور لباس پہنا کریں اَور دُوسرے کے گھر میں معمولی زیور ولباس پہن کر جایا کریں، اِس سے زیور ولباس کی محبت اُن کے دِلوں میں کم ہوجائے گی۔

اَور سب سے بڑا مجاہدہ یہ ہے کہ شادی اَور دُوسری تقریبات (خوشیوں) کے موقع پر سادے کپڑے اَور سادہ زیور پہن کر جایا کریں، اِصلاح تو اِسی طرح ہوگی اِس کے بغیر صرف کتابیں پڑھنے اَور وعظ سننے سے کچھ نہ ہوگا۔ رہا یہ کہ یہ تو بہت دُشوار ہے دِل پر آرا چل جائے گا کہ بھری برادری میں سب لوگ تو اَچھے زیور اَور عمدہ لباس سے آئیں اَور ہم سادے لباس اَور معمولی زیور میں ہوں۔

تو صاحبو ! دُنیا کا بھی کوئی کام بغیر محنت کے نہیں ہوتا، دینداری ہی ایسی سستی کیوں ہے لوگ بغیر محنت کے دیندار بننا چاہتے ہیں۔[1]

---

[1] اَلمجاہد، ملحقہ حقیقتِ تصوف وتقوی ص ۱۳۸ ، خیر الاثاث للانات ص ۳۷۰ ملحقہ حقیقت مال وجاہ

زیور پہننے کی ہوس :

عورتوں کی حالت یہ ہے کہ زیور سے کسی وقت اُن کا پیٹ نہیں بھرتا، کانوں میں بالیاں بھی ہیں بُندے بھی ہیں اُن کو کچھ حِس ہی نہیں کہ اِس سے کان ٹوٹیں گے یا کیا ہوگا، چاہے کان جھک پڑیں مگر اِن سب کو زیور لادنا فرض ہے، ناک میں نتھ بھی ہے اَور لونگ بھی ہے پھر چاہے لونگ سے ناک میں آگ ہی لگ جائے مگر کیا مجال ہے جو کسی وقت اُترے۔ پھر اِس زیور کے شوق میں اُن کو ساری مصیبتیں آسان ہوجاتی ہیں یعنی کان چھدوانے میں کتنی تکلیف ہوتی ہے مگر لڑکیاں ہنسی خوشی سب کام کرا لیتی ہیں بلکہ اَگر کوئی اُن سے یہ کہے کہ کان چھدوا کر کیا کروگی، خوامخواہ تکلیف اَپنے سر مول لیتی ہو، کان مت چھدواؤ تو اُس سے لڑنے کو تیار ہوجاتی ہیں۔ (اَلکمال فی الدین ص ۸۳)

ایک لطیفہ :

ایک بنیے کا قصہ مشہور ہے کہ اُس نے اَپنی بیوی سے کہا کہ ذرا سِل کا بٹہ اُٹھالاؤ۔ اُس نے کہا کہ سِل کا بٹہ مجھ سے کیسے اُٹھے گا بھاری پتھر سے کہیں میری کمر میں لچک نہ آجائے، اُس نے پتھر تو خود اُٹھالیا لیکن سِل کو کسی بہانے سے باہر لے گیا اَور ایک سُنار کو بُلا کر کہا کہ اِس سِل کے اُوپر سونے کے پتر خوبصورتی کے ساتھ جڑ دے اَور اِس میں ایک مضبوط زنجیر ڈال دے، جب وہ تیار ہو کر آگئی تو اُسی بیوی کو لاکر دی کہ لو ہم نے تمہارے واسطے ایک زیور بنوایا ہے اِسے پہن لو تو اُس نے خوش ہو کر اُسے گلے میں ڈال لیا اَور گلے میں لٹکائے پھرنے لگی، گردن بوجھ سے جھکی جاتی تھی مگر زیور کے شوق میں سب تکلیف گوارہ تھی۔ اِس کے بعد بنیے نے جوتا نکال کر خوب خبر لی کہ کمبخت اُس روز تو تجھ سے سِل کا بٹہ بھی نہ اُٹھتا تھا اَور آج سِل کو گلے میں لٹکائے پھرتی ہے آج تیری کمر میں کچھ نہیں ہوتا۔

خیر یہ قصہ تو گھڑا ہوا معلوم ہوتا ہے مگر جس نے گھڑا ہے اُس نے عورتوں کے مزاج کو خوب سمجھا ہے۔ حقیقت میں اُن کو زیور کی حرص ایسی ہے کہ اَگر سونے کا زیور بہت بھاری بھی ہو تو یہ کبھی اُس کو پہننے سے اِنکار نہ کریں گی گو گردن اَور گلہ کیسا ہی دُکھتا رہے۔ (اَلکمال فی الدین ص ۸۴)

زیور پہننے کا فیشن :

آج کل کچھ دِنوں سے نوعمر لڑکیوں میں زیور کا شوق کم ہوگیا ہے یہ نیا فیشن چلا ہے کہ نوعمر لڑکیاں آج کل کان وغیرہ ننگے رکھتی ہیں، چاندی کا زیور تو آج کل عیب شمار ہونے لگا، شرفاء کی لڑکیاں صرف سونے کا زیور پہنتی ہیں وہ بھی صرف کانوں میں دو ہلکے ہلکے بُندے اَور سارا بدن زیور سے ننگا ہے ہاں پیروں میں کچھ چاندی بھی ڈال لیتی ہیں کیونکہ وہ حقیر چیز ہے پیروں ہی میں رہنی چاہیے۔

آج کل زیور میں لڑکیوں نے اِختصار کرلیا ہے اَور اِس مذاق کی اِبتداء میموں کی اِتباع سے ہوئی۔ میمیں زیور نہیں پہنتیں کیونکہ اُن کی قوم میں اِس کا رواج نہیں۔ حکمران قوم ہے اُن کو دیکھ دیکھ کر ہندوستانی عورتوں میں بھی یہ مذاق پیدا ہوگیا۔ اَور یہ اِس طرح کہ آج کل جابجا شفا خانے کھلے ہوئے ہیں جن میں زنانے شفا خانے بھی ہیں، ہندوستانی عورتیں وہاں جاکر میموں سے علاج کراتی ہیں اِس ذریعے سے اُن کے پاس آمدورفت ہوتی ہے اَور جو زیادہ وسعت والے ہیں وہ میموں کو اَپنے گھروں میں بلاتے ہیں پھر ایک نے تو میموں کو دیکھ کر اُن کا طرز اِختیار کیا پھر اُس کو دیکھ دیکھ کر دُوسری عورتوں نے اَپنا رنگ بدلا۔ (اَلکمال فی الدین)

اَلغرض اُن میں (میموں) کا یہ اَثر ہے کہ نوعمر لڑکیوں کو زیور کا خیال کم ہوگیا ہے۔ اِس کا منشاء کفایت شعاری ہرگز نہیں، کیا ساری کفایت شعاری زیور ہی میں رہ گئی۔ اچھا کپڑوں میں کفایت شعاری کیوں نہیں کی جاتی، جو لڑکیاں زیور کم پہنتی ہیں وہ کپڑوں میں بڑی رقم صرف کرتی ہیں۔

اِسی طرح گھر کی آرائش وزینت میں بھی خرچ کی پرواہ نہیں کرتیں اِس سے معلوم ہوا کہ اُن کا مقصود محض میموں کا اِتباع ہے۔ جس چیز میں وہ رقم صرف نہیں کرتیں اُس میں یہ بھی صرف نہیں کرتیں اَور جس میں اُن کو زیادہ غلو ہے اُس میں یہ بھی خرچ کی پرواہ نہیں کرتیں بلکہ یہ مذاق (اَور رواج) اِس دَرجہ غالب ہوا ہے کہ جن عورتوں میں زیادہ مالی وسعت نہیں بھی ہے وہ بھی معمولی کپڑوں اَور معمولی زیوروں ہی میں ایسی تراش خراش کرتی ہیں اَور ایسی وضع (طرز) سے اِس کو بناتی ہیں جس سے وہ میم

کی طرح نظر آنے لگیں۔ بس ایسی حالت میں اُن کو زیور کا خیال کم ہونا کوئی خوشی کی بات نہیں بلکہ یہ تو اِس کا مصداق ہوگیا۔

اَگر غفلت سے باز آیا جفا کی
تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

اگر یہ اَپنی پرانی وضع پر قائم رہیں پھر زیور کا شوق کم کردیں تو اُس وقت اَلبتہ خوشی کی بات ہے۔(اَلکمال فی الدین ص۸۲)

آواز دَار زیور پہننے کا شرعی حکم :

باجہ دَار زیور پہننا ممنوع ہے اَلبتہ جس میں خود باجہ نہ ہو مگر لگ کر بجتا ہو اُس کا پہننا جائز ہے مگر اِس طرح چلنا کہ اَجنبی اِس کی آواز سُنے ، ممنوع ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِھِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِھِنَّ . (اِمدادُ الفتاوٰی ج۴ ص۱۹۸)

وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ مَعَ کُلِّ جَرَسٍ شَیْطَانًا.(اَبوداؤد رقم : ۴۲۳۰)

وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰئِکَۃُ بَیْتًا فِیْہِ جَرَسٌ. (اَبوداؤد رقم : ۴۲۳۱)

جس زیور کی آواز پیدا ہو وہ دو قسم کے ہیں : ایک وہ جو خود بجتا ہو جیسے گھنگھرو یا باجہ دَار جھانور اُس کا پہننا تو اِس وجہ سے کہ حدیث میں جرس سے نہی آئی ہے بالکل ممنوع ہے اَور قرآن میں یہ مراد نہیں۔

اَور دُوسری قسم وہ ہے جو خود نہیں بجتا مگر دُوسری چیز سے لگ کر آواز دیتا ہے (جیسے چھڑے اَور کڑے اَور چوڑیاں) اِس کا پہننا جائز ہے اَور اِسی کی نسبت اِس آیت میں حکم ہے کہ پاؤں زور سے نہ رکھیں یعنی پہننا درست ہے مگر اِس کا ظاہر کرنا فتنہ اَور اَجنبیوں کے میلان کے خوف سے درست نہیں (لیکن) بعض عورتیں منہیار (مردوں) سے چوڑیاں پہنتی ہیں یہ بڑی بیہودہ بات اَور (بالکل حرام) ہے (بہشتی زیور ص۳/۱۸۸) اَور چوڑیاں سب (قسم کی پہننا) جائز ہے۔(اِمدادالفتاوی ج۴ ص۱۲۶)

(جاری ہے)

قسط : ۲۲

سیرت خُلفائے راشدین

﴿ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوی رحمہ اللہ ﴾

اَمیرالمؤمنین فاروقِ اَعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

فاروقِ اَعظم رضی اللہ عنہ کی دینی خدمات :

حضرت فاروقِ اَعظم رضی اللہ عنہ نے اَپنی دس سال کی مدتِ خلافت میں جس قدر تبلیغ اَور تعلیم دین کی فرمائی، اَگر کوئی چشمِ بصیرت سے دیکھنے والا ہوتو وہ کہہ سکتا ہے کہ کوئی دُوسرا شخص بیس سال میں بھی اِتنا کام نہیں کرسکتا، حقیقت میں وہ نبی اَور اُمت کے درمیان تبلیغ دین کے واسطہ کبریٰ تھے۔

دین میں سب سے بڑی چیز ''قرآنِ مجید'' ہے اَور اُس کے بعد ''سنت'' ہے یعنی مسائلِ دینیہ کے متعلق رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اَقوال و اَفعال و اَحوال، اِن دونوں کے متعلق علیحدہ علیحدہ نہایت اِختصار کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کی مساعی جمیلہ کا نمونہ حسبِ ذیل ہے۔

قرآنِ مجید :

(۱) آپ رضی اللہ عنہ قرآنِ مجید کی تلاوت کے بڑے حریص تھے لوگوں سے پڑھوا پڑھوا کر سنا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ اُن کے ایسا کرنے سے کس قدر شوقِ تلاوت لوگوں میں پیدا ہو گیا ہوگا۔ ایک روز گشت کرتے کرتے مسجد کی طرف آئے تو دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، عادت آپ رضی اللہ عنہ کی یہ تھی کہ عشاء کے بعد لوگوں کو مسجد سے باہر کر دیتے تھے ہاں اَگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو اُس کو چھوڑ دیتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے دَریافت کیا کہ یہ لوگ کون ہیں اَور کیوں بیٹھے ہیں ؟ معلوم ہوا کہ اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اَور اُن کے ساتھ چند لوگ اَور ہیں جو اَللہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ یہ سن کر آپ اُن کے پاس بیٹھ گئے اَور باری باری ہر ایک سے قرآن شریف پڑھوانا شروع کیا، اَبوسعید مولائے اَبوسعد کہتے ہیں کہ سب سے

آخر میں میری باری آئی تو میرے اُوپر اُن کا رعب غالب آگیا اَور زبان بند ہوگئی اِس کو اُنہوں نے محسوس کرلیا اَور فرمایا اَچھا تم دُعا مانگ لو۔ (طبقات ج ۳)

(۲) خود نمازِ فجر میں بڑی سورتیں پڑھتے تھے تاکہ لوگ آپ کی قرأت سن کر سیکھ لیں۔

(۳) رمضان ۱۴ھ میں نمازِ تراویح کو رائج کیا اَور تمام صوبوں کے حکام کو اِس کے متعلق فرمان بھیجا کہ اَپنے اَپنے مقامات میں نمازِ تراویح کو رواج دیں اَور مدینہ منورہ میں نمازِ تراویح کے لیے دو اِمام مقرر کیے، ایک مردوں کی جماعت کے لیے دُوسرا عورتوں کی جماعت کے لیے (طبقات ج ۳) یہ چیزیں حفظِ قرآن کے رواج کا بہترین ذریعہ بنیں۔

(۴) تمام ممالکِ مفتوحہ میں ہر جگہ قرآن شریف کا دَرس جاری کیا معلّم مقرر کیے اُن کے وظیفے معین فرمائے، خاص مدینہ میں چھوٹے چھوٹے بچوں کی تعلیم کے لیے جو مکتب تھے اُن کے معلّموں کا وظیفہ پندرہ دِرہم ماہوار تھا۔ (سیرۃ العمرین لابن الجوزیؒ)

(۵) بدوؤں میں قرآنِ مجید کی جبری تعلیم رائج کی، اَبوسفیان نامی ایک شخص کو چند آدمیوں کے ساتھ اِس کام پر مقرر کیا کہ قبائلِ اعراب میں دَورہ کریں اَور ہر شخص کا اِمتحان لیں جس کو قرآنِ مجید بالکل یاد نہ ہو اُس کو سزا دیں۔ (الاصابہ)

(۶) حضرت معاذ بن جبل اَور عبادہ بن صامت اَور حضرت اَبودرداء رضی اللہ عنہم کو ملکِ شام کی طرف بھیجا اَور فرمایا پہلے حمص جاؤ وہاں کچھ دِنوں قیام کر کے تعلیمِ قرآن کا نظام درست کرنے کے بعد تین میں سے ایک حمص میں رہ جائے، ایک دمشق جائے، ایک فلسطین میں، ایسا ہی ہوا۔ حضرت عبادہؓ حمص میں رہے اَور حضرت اَبودَرداءؓ دِمشق اَور حضرت معاذ بن جبلؓ فلسطین میں۔

(۷) حضرت اَبودَرداء رضی اللہ عنہ روزانہ فجر کی نماز کے بعد جامع مسجد دمشق میں بیٹھ جاتے اَور درسِ قرآن دیتے تھے، دس دس آدمیوں کی جماعت کردی تھی اَور ہر جماعت پر ایک اُستاذ مقرر کیا تھا اُن اَساتذہ کی نگرانی خود کرتے تھے اَور مخصوص طلباء کو خود ہی پڑھاتے بھی تھے۔ ایک روز شمار کیا تو معلوم ہوا کہ سولہ ہزار آدمی روزانہ درسِ قرآن میں شریک ہوتے تھے۔ (مِلل و نِحل لابن حزمؒ)

(۸) فوجی لوگوں کے فرائض میں قرآنِ مجید کی تعلیم بھی تھی ،صوبوں کے حکام سے اَور فوجی اَفسروں سے ہر سال فارغ التحصیل حفاظِ قرآن کی فہرست طلب فرماتے تھے چنانچہ حضرت سعدؓ نے اَپنی فوج کے تین سو آدمیوں کے نام بھیجے اَور حضرت اَبو موسیٰ نے بصرہ سے ایک سال میں دس ہزار حفاظ کی فہرست بھیجی، آپؓ اِن سے بہت خوش ہوئے اَور اِن کا وظیفہ بڑھا دیا۔(مِلل و نِحل لابن حزمؒ)

ظاہر ہے کہ اِس سے دُوسرے حکامِ صوبہ کو کس قدر ترغیب ہوئی ہوگی اَور آئندہ سال کتنی لمبی لمبی فہرستیں ہر صوبے سے آئی ہوں گی اَور حفاظِ قرآن کی مجموعی تعداد حضرت فاروقؓ کے زمانے میں کہاں تک پہنچی ہوگی اَور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ تعلیم صرف الفاظِ قرآنی کی نہیں ہوسکتی جیسا کہ آج کل حافظِ قرآن اُس کو کہتے ہیں جو صرف الفاظِ قرآنی کو یاد کرلے ، بھلا ہوسکتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کسی کو قرآنِ مجید پڑھا دیں اَور صرف الفاظ یاد کرانے پر قناعت کریں۔

(۹) بڑی تاکید اِس بات کی فرماتے تھے کہ قرآنِ مجید اُن ہی لوگوں سے پڑھا جائے جن کی سند کا سلسلہ صحیح طور پر رسولِ خدا ﷺ تک پہنچتا ہو۔

(۱۰) ایک مرتبہ ایک اِعرابی کو قرآنِ مجید کی ایک آیت میں غلط اِعراب پڑھتے ہوئے سنا تو آپؓ نے حکم جاری کیا کہ زبانِ عرب کے قواعد کی تعلیم دی جائے علمِ نحو کے اِیجاد کا یہی سنگِ بنیاد ہے۔

(۱۱) قرآنِ مجید کی خدمت میں تو آپؓ کو اِس قدر شغف تھا کہ اِس کی کتابت کا خاص اہتمام فرماتے تھے، خفی قلم سے لکھنے کو منع فرماتے تھے۔(اِتقان)

(۱۲) تفسیرِ قرآنِ مجید کی تعلیم میں بھی جو اَصل چیز تھی یعنی آیاتِ اَحکام کی توضیح اَور اُن کے مطالب کی تفہیم اِس کی طرف تو آپؓ نے پوری توجہ فرمائی اَلبتہ غیر ضروری اَشیاء مثلاً بیانِ قصص یا شانِ نزول وغیرہ تو اِس طرف آپؓ کی توجہ کم ہوئی اِس لیے صاحب اِزالۃ الخفاء فرماتے ہیں :

''اِمام تفسیرِ قرآنِ عظیم پس ذروہ سنام آں بردست حضرت فاروقِ اعظمؓ بظہور آمدہ۔''

حضرت فاروقِ اعظمؓ سے جو تفسیریں آیاتِ قرآنیہ کی مروی ہیں جس کا دِل چاہے اِزالۃ الخفاء میں دیکھے ایک بڑا ذخیرہ ہے جو خود اِس بات کی کافی شہادت ہے کہ قرآنِ مجید پر کتنی توجہ آپؓ کی تھی۔

سنتِ نبویہ یا مسائلِ دینیہ :

صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں علمِ فقہ کوئی جداگانہ علم نہ تھا، اُن ہی مسائلِ دینیہ کے بیان کو چاہے فقہ کہا جائے اَور چاہے حدیث سے تعبیر کیا جائے حضرت فاروقِ اَعظمؓ نے اِس علم کی اِشاعت بھی کی اَور اِشاعت کے ساتھ سب سے بڑا کام یہ کیا کہ ایسے اِنتظامات فرمائے کہ رسولِ خدا ﷺ کی طرف غلط طور پر کسی چیز کی نسبت نہ ہو سکے اَور دین میں اِفترا پردَازی کا دَخل نہ ہونے پائے ،اِسی وجہ سے حضرت معاویہؓ نے اپنے زمانے میں ایک فرمان جاری کیا تھا کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں جو حدیثیں رائج تھیں اُن کے علاوہ اگر کوئی نئی روایت کوئی شخص بیان کرے گا تو اُس کو سزا دی جائے گی۔اَب حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی مساعیِ جمیلہ دیکھو :

(۱) صوبوں کے حکام کو مقرر کرتے وقت فرمایا کرتے تھے دیکھو میں تم کو مسلمانوں کا رہنما اَور تربیت کرنے والا بنا کر بھیجتا ہوں، مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کی طرف سے غفلت نہ کرنا۔

(۲) ممالکِ مفتوحہ میں معلّم اَور قاضی مقرر کرنے میں تاخیر نہ کرتے تھے اَور بڑے بڑے اَکابر صحابہ ؓ کو تعلیمِ دین کے لیے اَطراف و جوانب میں بھیجتے تھے۔حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کو کوفہ بھیجا، حضرت عبادہ بن صامتؓ کو فلسطین کا قاضی مقرر کیا، حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مغفلؓ بھی اُن دس ہزار صحابہ میں سے تھے جن کو حضرت عمرؓ نے ہمارے وطن بصرہ میں علمِ دین سکھانے کے لیے بھیجا تھا۔حضرت اَبوموسیٰ اَشعریؓ جب بصرہ کی حکومت پر مقرر ہو کر بصرہ پہنچے تو فرمایا کہ

> ''اے لوگو ! مجھے عمر بن خطابؓ نے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ تم کو تمہارے رب کی کتاب پڑھاؤں اَور سنت کی تعلیم دُوں۔''

(۳) کبھی کبھی اَپنے فرمانوں میں جو حکام صبح کو بھیجتے تھے ضروری مسائلِ دینیہ بھی لکھ دیا کرتے تھے اَور یہ حکم ہوتا تھا کہ اِس فرمان کی مسلمانوں میں خوب اِشاعت کی جائے۔اِمام مالکؒ نے مؤطا میں ایک گشتی فرمان آپؓ کا نماز کی تاکید اَور اَوقاتِ نماز میں روایت فرمایا ہے جو عجیب چیز ہے۔

(۴) اَپنے خطبوں میں اَور ملاقاتوں میں مسائلِ دینیہ کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

(۵) مختلف فیہ مسائل میں علمائے صحابہؓ سے گفتگو کرتے اَور بحث و تحقیق کے بعد اِجماعی اَور اِتفاقی مسائل کی اِشاعت فرماتے تھے جن مسائل کو ائمۂ مجتہدین اِجماعی فرماتے ہیں اَور یہ وہی مسائل ہیں جو حضرت فاروق اَعظمؓ کے زمانے میں شائع ہوئے، بلاشبہ جس قدر علمِ دین اَطرافِ عالم میں پھیلا اَور دُور دَراز کے مسلمانوں کو مذہبی مسائل سے واقفیت ہوئی، یہ سب حضرت فاروقِ اَعظمؓ کی سعی مشکور کا ہی نتیجہ ہے۔

دینی مسائل جس کثرت کے ساتھ آپؓ سے منقول ہیں کسی اَور سے منقول نہیں چنانچہ حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اَپنی ایک مستقل اَور مفرد تصنیف میں اُن تمام روایات کو جمع کیا ہے جو مسائلِ دینیہ میں حضرت فاروقِ اَعظمؓ سے منقول ہیں، پوری ایک کتاب بہ ترتیب اَبوابِ فقہیہ کتاب الطھارت سے لے کر کتاب المواریث تک مرتب ہوگئی ہے جس کا نام حضرت شیخؒ نے ''مذہب فاروقِ اعظم'' رکھا ہے اَور اِزالۃ الخفاء کا جز بنایا ہے۔ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ ہماری اِس کتاب سے معلوم ہوگا کہ مذاہب اَربعہ اِسی متن کی شرح ہے۔

(۶) بڑی سخت تاکید اِس بات کی فرماتے تھے کہ اَحادیث کی روایت کم کی جائے چنانچہ جب اَنصار کی جماعت کو کوفہ بھیجا تو فرمایا کہ تم لوگ جب کوفہ پہنچو گے تو کچھ لوگ تمہارے پاس آئیں گے اَور کہیں گے کہ محمد ﷺ کے اَصحاب آئے ہیں وہ تم سے حدیثیں پوچھیں گے مگر تم رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں کم بیان کرنا، میں اِس بارے میں تمہارا شریک ہوں۔

ف : صاحب اِزالۃ الخفاء فرماتے ہیں کہ اِمام دَارمیؒ نے اِس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے کے تاریخی واقعات کم بیان کیے جائیں، سنن اَور فرائض کی روایات کو منع نہیں فرمایا مگر میرے نزدیک مطلب یہ ہے کہ شمائل و عادات کے متعلق روایات کم بیان کرنا جن سے کوئی حکم شرعی متعلق نہ ہو یا یہ مطلب ہے کہ بغیر تحقیق روایات کم بیان کرنا۔

راقم السطور کہتا ہے کہ مطلب بیان کرنے کی کچھ ضرورت نہیں جبکہ خود حضرت فاروق اَعظمؓ

نے اَپنا مقصود ظاہر فرما دیا اَور مصنف عبد الرزاق میں اُن سے یہ مضمون بایں الفاظ منقول ہے :

قَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ لَمَّا وُلِّیَ عُمَرُ قَالَ اَقِلُّوْا رِوَایَۃً عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اِلاَّ فِیْمَا یَعْمَلُ بِہٖ.

''حضرت اَبو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو اُنہوں نے حکم دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے اَعمال کے علاوہ اَور روایتیں کم نقل کرو۔''

معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصود یہ تھا کہ اَحادیث صرف اَعمال کے متعلق بیان کی جائیں غیر اَعمال کی روایات بیان میں نہ آئیں، کس قدر دُور اَندیشی کی بات تھی۔ اَوّل تو روایات صرف اَعمال ہی کے کام کی ہوتی ہیں، عقائد کی بنیاد اُن پر نہیں ہوسکتی پھر اَعمال کی روایات کی جانچ پڑتال تعاملِ صحابۂ کرامؓ سے بھی ہوجاتی ہے اَور غیر اَعمال کی روایات کی تنقید اِس طریقے سے نہیں ہوسکتی۔ آج اہلِ بدعت کے تمسکات اُن ہی روایاتِ غیر اَعمال سے ہیں، اگر اُن کا وجود نہ ہوتا تو اہلِ بدعت کو دینِ اِلٰہی میں تنکے کا سہارا بھی نہ ملتا۔

متفرقات :

(۱) ایک ہزار چھتیس شہر مع اُن کے مضافات کے فتح کیے اَور جو مقام قبضے میں آتا فوراً حکم دیتے کہ وہاں مسجد بنائی جائے اَور مسجد میں ائمہ و مؤذنین کا تقرر فرماتے، حساب لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ چار ہزار مسجدیں پنج وقتی نماز کے لیے اَور نو سو جامع مسجدیں آپؓ کے زمانے میں بنیں۔

(۲) ایک سال جب عمرہ کرنے مکہ معظّمہ تشریف لے گئے تو مسجدِ حرام کی توسیع فرمائی اَور لوٹتے وقت حکم دیا کہ مکہ اَور مدینہ کے دَرمیان ہر ہر منزل پر سایہ کا اِنتظام کیا جائے اَور کنویں بنائے جائیں اَور جو کنویں بند ہوگئے ہیں اَز سرِ نو صاف کیے جائیں اَور حکم دیا کہ حرم کی حدود پر نشانات قائم کیے جائیں، اِس کام کے لیے آپؓ نے چار آدمیوں کو مقرر کیا : مخزمہ بن نوفلؓ، اَزہر بن عوف، سعد بن یرفوعؓ اَور خویطب بن عبد العزیٰؓ۔

(۳) مسجدِ نبوی کی توسیع کی مگر عمارت میں چھوہارے کی لکڑی اَور کچی اِینٹیں رکھیں جیسے کہ

رسول اللہ ﷺ کے وقت میں تھا اَور حکم دیا کہ مسجد ِنبوی میں چٹائی کا فرش بچھایا جائے چنانچہ چٹائیاں مقامِ عقیق سے لائی گئیں اَور بچھائی گئیں۔

(۴) اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح سے ممانعت کے فرمان جاری کیے اَور یہ بھی اِس کے ساتھ تصریح کردی کہ خدا نے اِس کو حلال کیا ہے، میں حلال کو حرام نہیں کرتا بلکہ یہ ممانعت اَز راہِ مصلحت ہے، واقعی کس قدر اَنجام بینی اِس حکم میں تھی۔ آج مسلمانوں کی اُن نسلوں کو کوئی دیکھے جن کی مائیں یورپ کی عیسائی یا یہودی ہیں تو اُس کو اِس حکم کی قدر معلوم ہوگی۔

(۵) اَپنے زمانۂ خلافت میں حکم دیا کہ ممالک اِسلامیہ کے بازاروں میں کوئی شخص دُوکان نہیں رکھ سکتا جب تک کہ مسائلِ دینیہ کا علم نہ رکھتا ہو، کتنی زبردست تدبیر علم دین کی ترویج کی تھی۔

(٦) اَپنے دَربار میں زیادہ عزت اُن لوگوں کی کرتے جو علمِ قرآن میں فوقیت رکھتے ہوں اَور اَکثر علمِ قرآن میں لوگوں کا اِمتحان بھی لیتے اَور جو کامیاب ہوتا اُس کی بڑی توقیر فرماتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اِس قدر عزت و توقیر فرماتے کہ اَکابر مہاجرینؓ واَنصارؓ نے ایک مرتبہ اِس پر اِعتراض کیا تو آپؓ نے فرمایا کہ وہ علمِ قرآن میں فوقیت رکھتے ہیں اَور کئی مرتبہ سرِ دَربار اُن کا اِمتحان لے کر اُن کی فوقیت کو سب پر ظاہر فرمایا۔

یہ اَور اِس کے مثل نہ معلوم کتنی تدبیریں اُنہوں نے اِختیار فرمائی تھیں کہ دس سال میں ساری دُنیا کو علم اَور دین سے لبریز کردیا۔ کتنے کافر اُن کے عہدِ خلافت میں مسلمان ہوئے، اِس کا تخمینہ کسی نے نہیں بیان کیا اَور غالبًا نہ بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اِس کا اَندازہ بھی خداوندِ علیم وخبیر کے سوا کوئی نہیں کرسکتا، عیسائیوں اَور مجوسیوں میں جس قدر اِسلام پھیلا یہ سب اُن ہی کے عہدِ مبارک کی برکات تھیں۔

فَجَزَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنِ الْاِسْلَامِ وَاَھْلِہٖ جَزَاءً وَّافِیًا

حضرت فاروقِ اَعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی اَور دینی کارناموں کو دیکھ کر ایک منصف شخص بے چون وچرا اِس بات کو تسلیم کرلیتا ہے کہ بلاشک وہ اَپنے وقت میں جس طرح دینداری میں سب پر فوقیت رکھتے تھے اُسی طرح علم میں بھی سب سے سبقت لے گئے تھے۔

اِن دونوں چیزوں میں اُن کی فوقیت کا اِنکار کرنا دِن کو رات کہنے سے بدتر ہے۔ اَحادیثِ نبویہ میں بھی اُن کے متعلق اَور دین کے متعلق شہادت موجود ہے اَور صحابۂ کرامؓ سے تو ایک دفتر اِس کے متعلق مروی ہے۔ حضرت اِبن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ علم کے دس حصوں میں نو حصے حضرت عمرؓ کے ساتھ گئے۔ ایک مرتبہ کسی نے کہا کہ آپ ایسی بات کہتے ہیں حالانکہ اَبھی اَکابر صحابہ موجود ہیں تو فرمایا میری مراد علم سے عِلْم بِاللّٰہ ہے۔ (جاری ہے)

وفیات

۱۳ر ستمبر کو مولانا حافظ تنویر اَحمد صاحب شریفی کے ماموں حضرت مولانا زبیر اَحمد صاحب صدیقیؒ طویل علالت کے بعد کراچی میں اِنتقال فرما گئے، مرحوم جامعہ کے بہت خیر خواہ اَور حضرت مولانا السیّد یوسف صاحب بنوریؒ کے شاگرد تھے۔

۲۲ر ستمبر کو جمعیۃ علماءِ اِسلام کے مرکزی جنرل سیکریٹری حضرت مولانا عبدالغفور صاحب حیدری کے خسر مولانا غلام سرور صاحب کوئٹہ میں اِنتقال فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اَعلیٰ مقام عطا فرمائے اَور لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔ جامعہ مدنیہ جدید اَور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے اِیصالِ ثواب اَور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

ماہِ ذی الحجہ کے فضائل واَحکام

《 جناب مولانا مفتی محمد رضوان صاحب، راولپنڈی 》

ماہِ ذی الحجہ کی فضیلت :

اِس مبارک مہینے میں اِسلام کا ایک اہم رُکن ''حج'' اَدا ہوتا ہے اِس لیے اِس مہینے کو ذی الحجہ (یعنی حج والا مہینہ) کہتے ہیں اَور حج کے علاوہ اِس مبارک مہینے میں اِسلامی تہوار ''عید الاضحیٰ'' کی شکل میں اَدا کیا جاتا ہے جس میں لاکھوں بندگانِ خدا بارگاہِ خداوندی میں قربانی کا نذرانہ پیش کرتے ہیں، اِس کے علاوہ یہ مہینہ عظمت وفضیلت والے مہینوں میں سے ہے جس میں عبادت کا خاص مقام ہے اَور اِس مہینہ کا پہلا عشرہ تو بہت ہی فضیلت رکھتا ہے اَور عرفہ (یعنی ۹/ ذی الحجہ) کے دِن کی فضیلت کا توٹھکانا ہی نہیں۔ایک روایت میں ہے :

''تمام مہینوں کا سردار رمضان کا مہینہ ہے اَور تمام مہینوں میں زیادہ معظم ومکرم ذوالحجہ کا مہینہ ہے۔'' (بزار، بیہقی فی شعب الایمان، اَلجامع الصغیر رقم ۴۷۴۹)

لہٰذا ذی الحجہ کے بابرکت مہینے کی قدر کرتے ہوئے گناہوں سے بچنے اَور نیکی وتقوی کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اِن مہینوں میں عبادت وطاعت کی خاص فضیلت اِسلام میں اَب بھی باقی ہے اَور روزہ بھی عبادت وطاعت میں داخل ہے، اِس نقطۂ نظر سے اِس مہینہ میں روزہ رکھنا بھی باعثِ فضیلت ہے اَور حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کا بطورِ خاص بعض اَحادیث میں ذکر بھی ملتا ہے نیز بعض محدثین وفقہاءِ کرام کی تصریحات سے بھی حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کا مستحب ومندوب ہونا ثابت ہے۔

ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی فضیلت :

ویسے تو ذی الحجہ کا پورا مہینہ ہی اپنی ذات میں خیر وبرکت والا ہے لیکن اِس مہینہ کا پہلا عشرہ

خصوصیت کے ساتھ مزید فضیلت کا حامل ہے۔ایک روایت میں ہے :

''حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: ''کوئی دِن ایسا نہیں ہے کہ جس میں نیک عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں اِن (ذی الحجہ کے) دس دِنوں کے نیک عمل سے زیادہ محبوب اَور پسندیدہ ہو۔'' صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے بھی بڑھ کر ہے ؟ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے بھی بڑھ کر ہے مگر وہ شخص جو جان اَور مال لے کر اللہ کے راستے میں نکلے پھر اُن میں سے کوئی چیز بھی واپس لے کر نہ آئے (سب اللہ کے راستے میں قربان کردے اَور شہید ہو جائے یہ اِن دِنوں کے نیک عمل سے بھی بڑھ کر ہے)۔(بخاری، اَبوداؤد، ترمذی، اِبن ماجہ، دَارمی و مسند احمد، ترغیب وترہیب ج ۲ ص ۱۲۷)

ایک روایت میں ہے :

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے یہاں اِن (ذی الحجہ کے) دس دِنوں کی عبادت سے بڑھ کر عظیم اَور محبوب تر کوئی عبادت نہیں لہٰذا اِن میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کثرت سے پڑھا کرو۔'' اَور ایک روایت میں سُبْحَانَ اللّٰہِ کا ذکر بھی ہے۔'' (بیہقی، مسند اِمام اَحمد ج ۲۰ ص ۱۶۸)

مذکورہ بالا اَحادیث سے معلوم ہوا کہ ذی الحجہ کے مہینہ کے پہلے دس دِنوں کی بڑی فضیلت اَور اہمیت ہے۔ دَراصل یہ عشرہ حج کا عشرہ ہے اَور اِن دِنوں کا خاص عمل حج ہے لیکن حج مکہ معظّمہ جا کر ہی ہوسکتا ہے پس جو لوگ وہاں نہیں جاسکتے اُن کو اپنی جگہ رہتے ہوئے اِن دِنوں میں خاص فضیلت عطا کر دی گئی ہے لہٰذا اِن مبارک دِنوں میں غیر ضروری تعلقات سے ہٹ کر اللہ جل شانہٗ کی عبادت اَور اِطاعت بہت لگن اَور توجہ کے ساتھ کرنی چاہیے اَور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہنا اَور ذکر و فکر،

تسبیح وتلاوت، صدقہ وخیرات اَور نیک اَعمال میں کچھ نہ کچھ اِضافہ کرنا اَور گناہوں سے بچنا چاہیے نیز روزوں کا بھی جہاں تک ہو سکے اہتمام کرنا چاہیے۔

۹/ذی الحجہ کے روزے کے فضائل واَحکام :

اَحادیث میں ۹/ذی الحجہ کے روزے کی بیش بہا فضیلت بیان کی گئی ہے، ایک روایت میں ہے :

''حضرت اَبو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرفہ (یعنی ۹/ذی الحجہ) کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (۹/ذی الحجہ کا روزہ رکھنا) ایک سال گزشتہ اَور ایک سال آئندہ کے گناہوں کا کفارہ ہے۔''

(مسلم، مسند اَحمد، ترغیب وترہیب ج ۲ ص ۶۷ تا ۶۹)

تشریح : گناہوں کی دو قسمیں ہیں ایک کبیرہ گناہ دُوسرے صغیرہ گناہ، حدیث میں جن گناہوں کی بخشش کا ذکر ہے اُن سے صغیرہ گناہ مراد ہیں مگر صغیرہ گناہوں کی معافی بھی کوئی معمولی نعمت نہیں اَور کبیرہ گناہوں کے بارے میں اُصولی وتحقیقی بات یہ ہے کہ وہ بغیر توبہ وندامت کے معاف نہیں ہوتے (اَلبتہ اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ رحمت کا معاملہ فرمادیں تو اَلگ بات ہے) اَور حقوق العباد حق اَدا کیے بغیر یا صاحبِ حق کے معاف کیے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ (معارف القرآن سورہ نساء آیت ۳۱)

☆ عرفہ کے دِن کی فضیلت ہر شخص کو اُس ملک کی تاریخ کے اِعتبار سے حاصل ہوگی جس ملک میں وہ شخص موجود ہے پس جو شخص کسی ایسے ملک میں ہے کہ وہاں کی تاریخ سعودی عرب سے ایک دِن پیچھے ہے تو اُس ملک والے کے لیے سعودی عرب کی تاریخ کا اِعتبار نہ ہوگا کہ سعودیہ میں دس ذی الحجہ یعنی بقرعید کا دن ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ عید الاضحیٰ ہر شخص اپنے ملک کی تاریخ کے اِعتبار سے کرے گا اِسی طرح عرفہ بھی عید الاضحیٰ سے ایک دِن پہلے شمار ہوگا۔

☆ بعض لوگ عرفہ کے دِن کسی ایک مقام پر اَکٹھے اَور جمع ہونے کو ثواب سمجھتے ہیں اَور عرفات میں حاجیوں کے اِجتماع کی مشابہت اِختیار کرتے ہیں، اِس کی شریعت میں کوئی اَصل نہیں بلکہ بے بنیاد اَور من گھڑت بات ہے لہٰذا اِس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ (ہدایہ، فتح القدیر)

☆ حجاجِ کرام کے حق میں عرفات میں عرفہ کے دِن کا روزہ عام حالات میں مکروہ ہے تاکہ ضعف کی وجہ سے وقوفِ عرفات کے اَعمال میں کمی واقع نہ ہو اَور غروب ہوتے ہی مزدلفہ کی طرف چلنا آسان رہے اَلبتہ جس حاجی کو اَپنے بارے میں یقین ہو کہ روزہ رکھنے سے وقوفِ عرفات اَور دُعائیں مانگنے اَور سورج غروب ہونے کے فورًا بعد مزدلفہ روانگی وغیرہ میں کوئی خلل نہ ہوگا اُس کے لیے مکروہ نہیں بلکہ یہ روزہ اُس کے حق میں بھی مستحب ہوگا۔ (معارف السنن ج ٦ ص ۱۰۸، ۱۰۹۔ درسِ ترمذی ج ۲ ص ۵۸۸، ۵۸۹)

تکبیرِ تشریق (۹ تا ۱۳ ذی الحجہ) :

جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ ذی الحجہ کا پورا مہینہ ہی عبادت وفضیلت والا مہینہ ہے اَور اِس مہینہ کا پہلا عشرہ خاص طور پر فضیلت رکھتا ہے اِس میں عبادت، ذکر (تکبیر، تہلیل اَور حمد یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وغیرہ) کی کثرت کرنی چاہیے پھر اِس میں بھی ۹ رتاریخ سے لے کر ۱۳ رتاریخ تک پانچ دِنوں میں تکبیر تشریق کی خاص تاکید اَور فضیلت ہے، اِن پانچ دِنوں میں حجاج کرام کو بھی ذکر کی خاص تاکید کی گئی ہے وَاذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ (سورہ بقرہ ۲۰۳) یعنی ''اَور اللہ کو یاد کرو گنتی کے چند دِنوں میں''۔ اِن چند دِنوں سے مراد اَیامِ تشریق ہیں جن میں ہر نماز کے بعد تکبیر کہنا واجب ہے (معارف القرآن، اَنوار البیان) حضرت عمر بن خطاب اَور حضرت علی رضی اللہ عنہما وغیرہ سے اِن دِنوں میں تکبیر تشریق پڑھنا منقول ہے۔

یہ تکبیر اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں ذی الحجہ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے۔

تکبیرِ تشریق کی حکمت :

اِن دِنوں میں تکبیرِ تشریق کہنے کی حکمت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی اَور عظمت دِلوں میں پختہ ہو، جس ذات کی دِل میں عظمت ہوتی ہے آدمی اُس کے ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے بلکہ اُس کے اِشاروں

پر چلتا اَور اُس کی چاہت کو مدِّ نظر رکھ کر عمل کرتا ہے۔ بار بار مسلمانوں کو اِس طرف متوجہ کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دِلوں میں بٹھائیں، اللہ تعالیٰ کے اَحکام کے مقابلے میں نفس و شیطان، رشتہ دار، دوست و اَحباب کسی کی بات نہ مانیں، عظمت و کبریائی صرف اللہ کے لیے ہے، اُسی کی اِطاعت کریں اُس کی اِطاعت میں آنے والی ہر رُکاوٹ کا مقابلہ کریں۔ یہ حقیقت پیشِ نظر رکھ کر یہ تکبیرات کہنا چاہیے پھر اَپنا جائزہ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و محبت دِل میں پیدا ہو رہی ہے یا نہیں ؟ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوٹ رہی ہے یا نہیں اَور آخرت کی فکر دِل میں پیدا ہو رہی ہے یا دِن بدن دُنیا کی ہوس اَور محبت میں اِضافہ ہو رہا ہے ؟

حج و قربانی : ماہِ ذی الحجہ کی خاص عبادت :

ذی الحجہ کے مہینے کی اِس سے بڑی اَور کیا فضیلت ہوگی کہ دو اہم عبادتیں جو سال بھر کے دُوسرے دِنوں میں اَنجام نہیں دی جاسکتیں اُن کو اَنجام دینے کے لیے اللہ نے اِس مہینے کو منتخب فرمایا، یہ دو عبادتیں ایسی ہیں کہ اِن اَوقات کے علاوہ دُوسرے اَوقات میں اَگر اِن عبادتوں کو کیا جائے گا تو وہ عبادت ہی نہیں شمار ہوں گی۔

اِن میں سے ایک عبادت ''حج'' ہے۔ یہ ایسی عبادت ہے جو اِن دِنوں کے علاوہ دُوسرے دِنوں میں اَنجام نہیں دی جاسکتی۔ حج کے اَرکان مثلاً عرفات میں جا کر ٹھہرنا، مزدلفہ میں رات گزارنا، جمرات کی رَمی کرنا وغیرہ یہ اَرکان و اَعمال ایسے ہیں کہ اَگر اِنہی دِنوں میں اَنجام دیے جائیں تو عبادت ہیں اَور دِنوں میں اگر کوئی شخص عرفات میں دس دِن ٹھہرے تو یہ کوئی عبادت نہیں۔ جمرات سال بھر کے بارہ مہینے تک منیٰ میں کھڑے ہیں لیکن دُوسرے دِنوں میں کوئی شخص جا کر اِن کو کنکریاں مار دے تو یہ کوئی عبادت نہیں۔ تو حج جیسی اہم عبادت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اِن ہی دِنوں کو مقرر فرما دیا ہے کہ اَگر بیت اللہ کا حج اِن دِنوں میں اَنجام دو گے تو عبادت ہوگی اَور اُس پر ثواب ملے گا ورنہ نہیں لیکن دُوسری عبادتیں مثلاً پانچ وقت کی نماز اِنسانی فرائض میں سے ہے مگر جب چاہے نفل نماز پڑھنے کی اِجازت

ہے، رمضان میں روزہ فرض ہے مگر نفلی روزہ جب چاہے رکھیں، زکوٰۃ سال میں ایک مرتبہ فرض ہے مگر نفلی صدقہ جب چاہے اَدا کریں۔

حج کے فضائل :

ذی الحجہ کے مہینہ کی پہلی خاص اَور اہم عبادت حج ہے۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حج سے متعلق بھی چند باتیں پیش کردی جائیں۔

''حج'' اِسلام کا اہم رُکن اَور فریضہ :

اِسلام کے پانچ اَرکان میں سے آخری اَور تکمیلی رُکن بیت اللہ کا حج ہے۔ ''حج'' اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین عبادت ہے اَور تمام اَنبیائے کرام علیہم السلام اَور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا شِعار ہے۔ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت آدم اَور تمام اَنبیائے کرام علیہم السلام نے خانہ کعبہ کا حج کیا ہے اَور کوئی پیغمبر ایسا نہیں ہوا جس نے حج نہ کیا ہو۔ (عمدۃ الفقہ بتغیر)

حج کے فرض ہونے کا حکم راجح قول کے مطابق ۹ ہجری میں آتا ہے اَور اِس سے ایک سال بعد یعنی اَگلے سال ۱۰ ہجری میں آپ ﷺ نے وصال سے تین مہینے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہت بڑی جماعت کے ساتھ حج فرمایا جو '' حَجَّةُ الْوَدَاعْ '' کے نام سے مشہور ہے۔

''رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا ''اِسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر قائم کی گئی ہے: ایک اِس حقیقت کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (عبادت اَور بندگی کے لائق) نہیں اَور محمد (ﷺ) اُس کے بندے اَور اُس کے رسول ہیں، دُوسرے نماز قائم کرنا، تیسرے زکوٰۃ اَدا کرنا، چوتھے حج کرنا، پانچویں رمضان کے روزے رکھنا۔'' (بخاری شریف)

فائدہ : اِس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اَگر نماز، زکوٰۃ، روزہ سب کرتا ہو مگر حج فرض نہ کیا ہو تو اُس کی نجات کے لیے کافی نہیں۔ (''حیاۃ المسلمین'' اَز حکیم الامت مولانا اَشرف علی تھانویؒ)

حج کس پر فرض ہے ؟

اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے :

''اللہ تعالیٰ کی (رضا) کے واسطے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے اُن لوگوں پر جو اُس تک جانے کی اِستطاعت رکھتے ہوں اَور جو شخص (اللہ تعالیٰ) کا حکم نہ مانے تو (اللہ تعالیٰ کا اِس میں کیا نقصان ہے) اللہ تعالیٰ تو تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے۔''

ایک روایت میں ہے :

''حضرت اِبن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اَور اُس نے پوچھا کہ کیا چیز حج کو واجب کر دیتی ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا سفر کا سامان اَور سواری۔'' (ترمذی، اِبن ماجہ)

قرآنِ مجید کی مذکورہ آیت میں حج فرض ہونے کی شرط بتائی گئی ہے کہ حج اُن لوگوں پر فرض ہے جو سفر کر کے مکہ معظّمہ تک پہنچنے کی اِستطاعت رکھتے ہوں۔ ایک سوال کرنے والے صحابی نے اِس اِستطاعت کی وضاحت چاہی تو آپ ﷺ نے مختصراً اِس کے بارے میں فرمایا کہ ایک تو سواری کا اِنتظام ہو جس پر مکہ معظّمہ تک سفر کیا جا سکے (خواہ اَپنی ہو یا کرایہ کی) اَور اِس کے علاوہ کھانے پینے جیسی ضروریات کے لیے اِتنا سرمایہ ہو جو اِس سفر کے زمانہ میں گزارے کے لیے کافی ہو۔

فقہائے کرامؒ نے آیات و اَحادیث میں غور فرما کر اِستطاعت کی ایسی وضاحت فرمادی ہے کہ اِس کی روشنی میں ہر شخص اَپنے اُوپر حج فرض ہونے کا فیصلہ آسانی سے کر سکتا ہے، آپ بھی اِس میں غور کر کے اپنے اُوپر حج فرض ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کر لیجیے۔

حج کی اِستطاعت کا مطلب :

حج فرض ہونے میں جس قدرت اَور اِستطاعت کی ضرورت ہے اُس کا مطلب یہ ہے :

''جس مسلمان، عاقل، بالغ، صحت مند، غیر معذور کے پاس اُس کی اَصلی اَور بنیادی ضروریات سے زائد اَور فاضل اِتنا مال ہو جس سے وہ بیت اللہ تک آنے جانے اَور وہاں کے قیام وطعام کا خرچ برداشت کر سکے اَور اپنی واپسی تک اُن اہل وعیال کے خرچ کا اِنتظام بھی کر سکے جن کا نان ونفقہ اُس کے ذمہ واجب ہے اَور راستہ بھی مامون (اَمن والا) ہو تو ہر ایسے مسلمان پر حج فرض ہے۔ عورت کے لیے چونکہ بغیر محرم کے سفر کرنا شرعًا جائز نہیں اِس لیے وہ حج پر اُس وقت قادِر سمجھی جائی گی جب اُس کے ساتھ کوئی شرعی محرم حج کرنے والا ہو، خواہ محرم اپنے خرچ سے حج کر رہا ہو یا عورت اُس کے سفر کا خرچ بھی برداشت کرے۔'' (معارف القرآن ۱۲۲/۲)

قربانی کے فضائل :

اِس مہینے کی دُوسری خاص عبادت ''قربانی'' ہے۔ قربانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے ذی الحجہ کے تین دن (یعنی دس، گیارہ اَور بارہ تاریخ) مقرر فرما دیے ہیں۔ اِن دِنوں کے علاوہ اگر کوئی شخص قربانی کی عبادت کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا، یہاں تک کہ اَگر کسی نے قربانی کا جانور متعین کیا ہوا تھا لیکن اُس کی قربانی نہیں کی اَور یہ تین دِن گزر گئے، تب بھی اُس جانور کو ذبح کرنا جائز نہیں بلکہ اُس کو زِندہ صدقہ کرنا ضروری ہے۔

کئی اَحادیث میں قربانی کے فضائل آئے ہیں، ایک حدیث میں اِس کی فضیلت یوں بیان کی گئی ہے : رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ بقر عید کی دس تاریخ کو کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر محبوب اَور پسندیدہ نہیں اَور قیامت کے دِن قربانی کا جانور اپنے بالوں، سینگوں اَور کھروں کو لے کر آئے گا (اَور یہ چیزیں عظیم ثواب ملنے کا ذریعہ بنیں گی) اَور فرمایا کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبولیت حاصل کر لیتا ہے لٰہذا تم خوش دِلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔ (ترغیب وترہیب)

رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ عید کے دِن قربانی کا جانور ذبح کرنے کے لیے پیسے خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کے یہاں اَور چیزوں میں خرچ کرنے سے زیادہ اَفضل ہے۔ (ترغیب وترہیب ۲/۱۰۰)

حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضراتِ صحابہؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ! اِن قربانیوں کی کیا حقیقت ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ طریقہ ہمارے باپ اِبراہیم علیہ السلام سے جاری ہوا ہے اَور یہ اُن کا طریقہ چلا آرہا ہے (جس کی اِتباع کا ہم کو حکم دیا گیا ہے) صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم کو اِن میں کیا ملتا ہے ؟ فرمایا ''ہر بال کے بدلہ ایک نیکی'' عرض کیا اُون والے جانور یعنی بھیڑ دُنبہ کے ذبح پر کیا ملتا ہے ؟ فرمایا ''اُون میں سے ہر بال کے بدلہ ایک نیکی ملتی ہے۔'' (ترغیب وترہیب)

ایک روایت میں ہے کہ قربانی کے ذبح ہونے کے وقت زمین پر پہلا قطرہ گرنے سے قربانی کرنے والے کے گزشتہ (صغیرہ گناہ) معاف کردیے جاتے ہیں۔ (بزار، ترغیب وترہیب ۲/۱۰۰)

ایک اَور روایت میں ہے کہ قربانی کا خون بظاہر اگرچہ زمین پر گرتا ہے لیکن دَرحقیقت وہ اللہ عزوجل کی حفاظت اَور نگہبانی میں داخل ہوجاتا ہے۔ (ترغیب وترہیب ۲/۱۰۰ بحوالہ طبرانی)

ایک اَور روایت میں ہے کہ جو شخص خوش دِلی اَور اِخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے قربانی کرتا ہے تو یہ قربانی اُس کے لیے آگ (یعنی دوزخ) سے آڑ بن جاتی ہے۔

اِن اَحادیث سے معلوم ہوا کہ دس ذی الحجہ کے دِن قربانی کرنے سے جو فضیلت حاصل ہوسکتی ہے وہ اِس کے مقابلہ میں کسی دُوسرے عمل سے حاصل نہیں ہوسکتی اِسی لیے اَگر کوئی شخص مثلاً پانچ ہزار روپیہ قربانی کرنے پر خرچ کرتا ہے اَور دُوسرا شخص قربانی کے بجائے پچاس ہزار روپیہ صدقہ کرتا ہے تب بھی قربانی کرنے والے کو زیادہ فضیلت حاصل ہوگی۔

قربانی کے مسائل

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہم العالی ﴾

قربانی کس پر واجب ہے :

(1) جس پر صدقہ فطر واجب ہے اُس پر بقرعید کے دِنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے اَور اگر اِتنا مال نہ ہو کہ جس پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہو تو اُس پر قربانی واجب نہیں ہے لیکن پھر بھی اگر کردے تو ثواب ہے۔

مسئلہ : قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے، اَولاد کی طرف سے واجب نہیں بلکہ اگر نابالغ اَولاد مالدار بھی ہو تو تب بھی اُس کی طرف سے کرنا واجب نہیں نہ اپنے مال میں سے نہ اُس کے مال میں سے کیونکہ اُس پر واجب ہی نہیں ہوتی۔ لیکن اگر باپ اپنے مال میں سے اپنی نابالغ اَولاد کی طرف سے دے تو مستحب ہے۔ بیوی اَور بالغ اَولاد مالدار ہو تو اُن کو اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے۔

مسئلہ : بیوی اَور بالغ اَولاد مالدار ہو اَور شوہر بیوی کے لیے اَور بالغ اَولاد کے لیے اپنے پاس سے قربانی کے جانور لادے تاکہ وہ قربانی کرسکیں تو جائز ہے۔

مسئلہ : جو بیٹا باپ کے ساتھ باپ کے کاروبار میں لگا ہو اَور کاروبار میں اُس کا اَپنا حصہ اَور ملکیت کچھ نہ ہو تو اگر اِس کے علاوہ بیٹے کے پاس قربانی کا نصاب ہو تو اُس پر قربانی واجب ہوگی اَور اگر نہیں ہے تو واجب نہیں ہوگی۔

مسئلہ : عورت کے پاس کچھ مال نہ ہو لیکن اُس نے نصاب کے بقدر مہر شوہر سے اَبھی لینا ہو تو اگر مہر معجّل ہو اَور شوہر مالدار ہو تو عورت پر قربانی واجب ہے۔ اَور اگر مہر معجّل ہو لیکن شوہر فقیر ہے یا مہر ہی موجل ہو خواہ شوہر مالدار ہو یا فقیر ہو تو عورت پر قربانی واجب نہیں۔

مسئلہ : اگر پہلے اِتنا مالدار نہ تھا اِس لیے قربانی واجب نہ تھی پھر بارہویں تاریخ کے سورج ڈوبنے سے پہلے کہیں سے مال مِل گیا تو قربانی کرنا واجب ہے۔

(2) قربانی مقیم پر واجب ہوتی ہے مسافر پر نہیں :

مسئلہ : قربانی کے تینوں دِن اِقامت کا ہونا شرط نہیں ہے دسویں گیارہویں تاریخ کو سفر میں تھا پھر بارہویں تاریخ کو سورج ڈوبنے سے پہلے گھر پہنچ گیا یا پندرہ دِن کہیں ٹھہرنے کی نیت کر لی تو اَب قربانی کرنا واجب ہو گیا۔

مسئلہ : دسویں تاریخ کو گھر میں تھا پھر گیارہویں کو سفر میں چلا گیا اَور بارہویں کو سورج ڈوبنے سے پہلے گھر آ گیا تو قربانی واجب ہو گی۔

مسئلہ : اَگر مالدار قربانی کے دِن گزرنے سے پہلے سفر پر چلا گیا اَور باقی وقت سفر میں گزرا تو اِس سے قربانی ساقط ہے۔

مسئلہ : جو شخص حج پر گیا اَور حساب سے شرعی مسافر بنتا ہو اُس پر قربانی واجب نہیں مثلاً ایک شخص ۲۵ رذیقعدہ کو مکہ مکرمہ پہنچا، اَب چونکہ مِنٰی عرفات جانے میں پندرہ دِن سے کم ہیں اِس لیے یہ شخص مکہ مکرمہ میں اِقامت کی نیت بھی کر لے تب بھی مقیم نہیں مسافر ہی رہے گا۔ اِس لیے خواہ یہ شخص حج سے پہلے مدینہ منورہ جائے یا نہ جائے ۱۲ رذی الحجہ تک یہ مسافر رہے گا اَور اِس پر قربانی واجب نہ ہو گی۔

قربانی کا وقت :

مسئلہ : ذی الحجہ کی دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ کے سورج ڈوبنے سے پہلے تک قربانی کا وقت ہے چاہے جس دِن قربانی کرے لیکن قربانی کا سب سے بہتر دِن دسویں کا ہے پھر گیارہویں تاریخ پھر بارہویں تاریخ۔

مسئلہ : دسویں تاریخ کو شہر والوں کے لیے قربانی کا مستحب وقت عید کی نماز اَور خطبہ کے بعد ہے جبکہ گاؤں والوں کے لیے کہ جس میں عید کی نماز نہیں ہوتی سورج طلوع ہونے کے بعد ہے۔

مسئلہ : گاؤں والوں کے لیے دسویں تاریخ کو فجر کی نماز کے بعد بھی قربانی کرنا جائز ہے۔

مسئلہ : اِمام عید کی نماز پڑھا چکا لیکن اَبھی خطبہ نہیں پڑھا کہ کسی نے قربانی کردی تو قربانی جائز ہے۔

مسئلہ : اِمام کے نماز پڑھانے کے دَوران قربانی کی تو قربانی نہیں ہوگی۔

مسئلہ : اِمام نے نماز پڑھائی پھر لوگوں نے قربانی کی اُس کے بعد پتہ چلا کہ اِمام کا وضو نہ تھا اَور اِمام نے بِلا وضو عید کی نماز غلطی سے پڑھادی تھی تو قربانی ہوگئی اِعادہ کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ : اَگر کسی عذر سے یا بِلا عذر پہلے دِن یعنی دسویں کو عید کی نماز نہیں ہوئی تو سورج کے زوال سے پہلے قربانی جائز نہ ہوگی اَلبتہ زوال کے بعد جائز ہوگی اَور دُوسرے دِن جب عید کی نماز پڑھی جائے تو نماز سے پہلے بھی قربانی جائز ہے۔

مسئلہ : اگر عید کی نماز ہوئی اَور پھر لوگوں نے قربانی کی، بعد میں یہ بات ظاہر ہوئی کہ وہ دِن دسویں کا نہیں نویں ذی الحجہ کا ہے اَور چاند دیکھنے میں غلطی ہوگئی تھی تو اَگر باقاعدہ گواہی سے چاند کے ہونے کا اِعلان کیا گیا تھا تو نماز اَور قربانی دونوں جائز ہیں اِعادہ کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ : دسویں سے بارہویں تک جب جی چاہے قربانی کرے چاہے دِن میں چاہے رات میں لیکن رات کو ذبح کرنا مکروہِ تنزیہی ہے شاید کوئی رگ نہ کٹے اَور اَندھیرے میں پتہ نہ چلے اَور قربانی درست نہ ہو۔

مسئلہ : اگر کوئی شہر کا رہنے والا اپنی قربانی کا جانور کسی گاؤں میں بھیج دے تو وہاں اُس کی قربانی عید کی نماز سے پہلے بھی درست ہے اگرچہ وہ خود شہر ہی میں موجود ہو، ذبح ہوجانے کے بعد اُس کو منگوالے اَور گوشت کھائے۔

قربانی کے جانور :

مسئلہ : بکرا، بکری، بھیڑ، دُنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اُونٹ، اُونٹنی اِن جانوروں کی

قربانی درست ہے۔ اِن کے علاوہ کسی اَور جانور کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ : بکری سال بھر سے کم کی درست نہیں، جب پورے سال بھر کی ہو تب قربانی درست ہے۔ اَور گائے، بھینس دو برس سے کم کی درست نہیں، پورے دو برس کی ہو چکے تب قربانی درست ہے۔ اُونٹ پانچ برس سے کم کا درست نہیں ہے۔

تنبیہ : بکری جب پورے ایک سال کی ہو جاتی ہے اَور گائے جب پورے دو سال کی ہو جاتی ہے اَور اُونٹنی جب پورے پانچ سال کی ہو جاتی ہے تو اُس کے نچلے جبڑے کے دُودھ کے دانتوں میں سے سامنے کے دو دانت گر کر دو بڑے دانت نکل آتے ہیں، نر اَور مادّہ دونوں کا یہی ضابطہ ہے۔ تو دو بڑے دانتوں کی موجودگی جانور کے قربانی کے لائق ہونے کی اہم علامت ہے لیکن اَصل یہی ہے کہ جانور اِتنی عمر کا ہو۔ اِس لیے اگر کسی نے خود بکری پالی ہو اَور وہ چاند کے اِعتبار سے ایک سال کی ہو گئی ہو لیکن اُس کے دو دانت اَبھی نہ نکلے ہوں تو اُس کی قربانی دُرست ہے لیکن محض عام بیچنے والوں کے قول پر کہ یہ جانور پوری عمر کا ہے اِعتماد نہیں کر لینا چاہیے اَور دانتوں کی مذکورہ علامت کو ضرور دیکھ لینا چاہیے۔

مسئلہ : دُنبہ یا بھیڑ اگر اِتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کے جانوروں میں رکھیں تو سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو سال بھر سے کم لیکن چھ ماہ سے زائد عمر کے دُنبہ اَور بھیڑ کی قربانی بھی درست ہے اَور اَگر ایسا نہ ہو تو سال بھر کا ہونا چاہیے۔

مسئلہ : گائے، بھینس، اُونٹ میں اَگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کریں تو بھی درست ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اَور سب کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کی ہو صرف گوشت کی نیت نہ ہو۔ اَگر کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہو گا تو کسی کی قربانی درست نہ ہو گی مثلاً آٹھ آدمیوں نے مِل کر ایک گائے خریدی اَور اُس کی قربانی کی تو درست نہ ہو گی کیونکہ ہر ایک کا حصہ ساتویں سے کم ہے۔ اِسی طرح ایک بیوہ اَور اُس کے لڑکے کو ترکہ میں گائے مِلی، اِس مشترکہ گائے کی قربانی کی تو درست نہیں ہوئی کیونکہ اِس میں بیوہ کا حصہ ساتویں سے کم ہے۔

مسئلہ : گائے اُونٹ میں بجائے سات حصوں کے صرف دو حصے ہوں یعنی دو آدمی مِل کر

ایک گائے یا اُونٹ ذبح کریں اَور اِس طرح دونوں میں سے ہر ایک کے حصہ میں ساڑھے تین حصے ہوتے ہوں تو یہ جائز ہے کیونکہ دونوں میں سے کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں ہے۔ اِسی طرح اَگر تین یا چار یا پانچ یا چھ آدمی مِل کر ایک گائے کی قربانی کریں تو جائز ہے۔

قربانی کا گوشت اَور کھال :

مسئلہ : یہ اَفضل ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کرے، ایک حصہ اَپنے لیے رکھے ایک حصہ اَپنے رشتے داروں اَور دوستوں کے لیے اَور ایک حصہ فقراء پر صدقہ کرے۔ اَگر کوئی زیادہ حصہ فقراء پر صدقہ کردے تو یہ بھی درست ہے۔ اَور اَگر اپنی عیالداری زیادہ ہے اِس وجہ سے سارا گوشت اَپنے گھر میں رکھ لیا تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ : قربانی کا گوشت فروخت کرنا جائز نہیں، اگر کسی نے فروخت کردیا تو اُس کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ : قربانی کی کھال یا تو یونہی خیرات کردے یا اُس کو فروخت کر کے اُس کی قیمت صدقہ کردے۔

مسئلہ : گوشت یا کھال کی قیمت کو مسجد کی مرمت یا کسی اَور نیک اَور رفاہی کام میں لگانا جائز نہیں، صدقہ ہی کرنا چاہیے۔

مسئلہ : جس طرح قربانی کا گوشت غنی کو دینا جائز ہے اِسی طرح کھال بھی غنی کو دینا جائز ہے جبکہ اُس کو بلا عوض دی جائے اُس کی کسی خدمت وعمل کے عوض میں نہ دی جائے۔ غنی کی مِلک میں دینے کے بعد وہ اَگر اُس کو فروخت کر کے اپنے استعمال میں لانا چاہے تو جائز ہے۔

مسئلہ : قربانی کا گوشت اَور اُس کی کھال کافر کو بھی دینا جائز ہے بشرطیکہ اُجرت میں نہ دی جائے۔

مسئلہ : گوشت یا چربی یا کھال قصائی کو مزدوری میں نہ دے بلکہ مزدوری اَپنے پاس

سے اَلگ دے۔

مسئلہ : سات آدمی گائے میں شریک ہوں اَور آپس میں گوشت تقسیم کریں تو تقسیم میں اَٹکل سے کام نہ لیں بلکہ خوب ٹھیک ٹھیک تول کر بانٹیں کیونکہ کسی حصہ کے کم یا زیادہ ہونے میں سود ہو جائے گا خواہ شریک اِس پر راضی بھی ہوں۔ اَور جس طرف گوشت زیادہ گیا ہے اُس کا کھانا بھی جائز نہیں اَلبتہ اگر گوشت کے ساتھ سری پائے اَور کھال کو بھی شریک کرلیا تو جس طرف سری پائے یا کھال ہو اُس طرف اگر گوشت کم ہو درست ہے چاہے جتنا کم ہو، جس طرف گوشت زیادہ ہو اُس طرف سری پائے بڑھائے گئے تو اَب بھی سود رہا۔

مسئلہ : اگر ایک جانور میں کئی آدمی شریک ہیں اَور وہ سب آپس میں تقسیم نہیں کرتے بلکہ ایک ہی جگہ کچا یا پکا کر فقراء و اَحباب میں تقسیم کریں تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ : تین بھائی یا زیادہ یعنی سات تک بھائی ایک گائے میں شریک ہوں اَور کہیں کہ اَپنی اپنی ضرورت کا گوشت لے لو اَور باقی فقراء پر تقسیم کردو تو یہ جائز نہیں بلکہ یا تو پہلے کچھ فقراء کو دے کر پھر باقی کو برابر برابر تقسیم کرلیں یا پہلے برابر برابر تقسیم کریں پھر ہر ایک اپنے حصہ میں سے فقراء کو دے۔

متفرق مسائل :

مسئلہ : اُونٹ میں نحر اَفضل ہے اَور ذبح بھی جائز ہے جبکہ گائے بکری میں ذبح مستحب ہے۔

مسئلہ : تنہا ایک شخص پوری گائے ذبح کرے تو پوری گائے ایک قربانی ہو کر کُل کی کُل واجب ہوئی۔

مسئلہ : اپنی قربانی کو اَپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر کوئی خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو یا اُس کی ہمت نہ ہوتی ہو تو کسی اَور سے ذبح کرالے اَور ذبح کے وقت جانور کے سامنے کھڑا ہونا بہتر ہے۔

مسئلہ : قربانی کرتے وقت زبان سے نیت کہنا اَور دُعا پڑھنا ضروری نہیں۔ اگر دِل میں خیال کرلیا کہ میں قربانی کرتا ہوں اَور زبان سے کچھ نہیں پڑھا فقط زبان سے بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر

ذبح کردیا تو بھی قربانی درست ہوگئی لیکن اگر یاد ہو تو دُعا پڑھ لینا بہتر ہے۔

ذبح سے پہلے کی دُعا :

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ . اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذَالِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ .

ذبح کے بعد کی دُعا :

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ .

مسئلہ : قربانی کی رسی وغیرہ سب چیزیں خیرات کردے۔

مسئلہ : جس پر قربانی واجب تھی لیکن اُس نے برسوں قربانی نہیں کی تو وہ گناہ کی معافی بھی مانگے اَور جتنے سالوں کی قربانی رہ گئی اُس قدر قیمت کا صدقہ کردے۔

مسئلہ : قربانی سے پہلے قربانی کے جانور کا دُودھ دوہا ہو یا اُس کی اُون اُتاری ہو تو اُس کو صدقہ کرنا لازم ہے۔ (ماخوذ اَز : مسائلِ بہشتی زیور)

❀ ❀ ❀

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اَور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اِس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اِس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اَپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اَور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اِس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

گلدستۂ اَحادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

گائے اَور اُونٹ دونوں کی قربانی میں سات سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں :

عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مُھِلِّیْنَ بِالْحَجِّ مَعَنَا النِّسَاءُ وَالْوِلْدَانُ فَلَمَّا قَدِمْنَا مَکَّةَ طُفْنَا بِالْبَیْتِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ لَّمْ یَکُنْ مَعَهٗ هَدْیٌ فَلْیَحْلِلْ قَالَ قُلْنَا اَیُّ الْحِلِّ قَالَ اَلْحِلُّ کُلُّهٗ قَالَ فَاَتَیْنَا النِّسَاءَ وَ لَبِسْنَا الثِّیَابَ وَمِسْنَا الطِّیْبَ ، فَلَمَّا کَانَ یَوْمَ التَّرْوِیَةِ اَهْلَلْنَا بِالْحَجِّ وَکَفَانَا الطَّوَافُ الْاَوَّلُ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَنْ نَشْتَرِكَ فِی الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ کُلُّ سَبْعَةٍ مِّنَّا فِی الْبُدْنِ. (مُسلم شریف ج ۱ ص ۴۲۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسولِ اَکرم ﷺ کے ساتھ حج کا اِحرام باندھ کر چلے، ہمارے ساتھ عورتیں اَور بچے بھی تھے جب مکہ مکرمہ پہنچے تو ہم نے بیت اللہ کا طواف اَور صفا مروہ کے دَرمیان سعی کی، رسولِ اَکرم ﷺ نے ہم سے فرمایا جس کے پاس ہدی (کا جانور) نہ ہو وہ حلال ہوجائے (یعنی اِحرام کھول دے)۔ ہم نے عرض کیا کہ کیسا حلال ہونا مراد ہے فرمایا مکمل طور پر، حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ ہم عورتوں کے پاس بھی آئے (یعنی اُن سے صحبت بھی کی) اَور (سلے ہوئے) کپڑے بھی پہنے اَور خوشبو بھی لگائی پھر جب آٹھویں ذی الحجہ کا دِن ہوا تو ہم نے حج کا اِحرام باندھا، ہم نے صفا مروہ کے دَرمیان پہلی سعی پر اِکتفاء کیا۔ رسولِ اَکرم ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم سات سات اَفراد اُونٹ اَور گائے میں شریک ہوں۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ حَجَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَنَحَرْنَا الْبَعِیْرَ عَنْ سَبْعَۃٍ وَ الْبَقَرَۃَ عَنْ سَبْعَۃٍ.(مُسلم ج۱ ص ۴۲۴ باب جواز الاشتراك فی الهدی)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ حج کیا تو ہم نے اُونٹ بھی سات اَفراد کی طرف سے ذبح کیا اور گائے بھی سات اَفراد کی طرف سے ذبح کی۔

اِن دونوں حدیثوں میں قربانی کا تعلق حج کی قربانی سے ہے اَور حج کی قربانی کا جو مسئلہ ہے وہی عید کی قربانی کا ہے، اِس سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابۂ کرام ؓ کو اِس موقع پر اُونٹ اَور گائے دونوں میں سات سات اَفراد کے شریک ہونے کا حکم دیا اِسی پر اِجماع ہے اَور یہی ائمہ اَربعہ کا مسلک و موقف ہے کہ اُونٹ اَور گائے دونوں میں سات سات اَفراد شریک ہو سکتے ہیں زیادہ نہیں۔ اِس سلسلہ میں مزید اَحادیث بھی آئی ہیں موقع کی مناسبت سے ذکر کی جاتی ہیں۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ نَحَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ عَامَ الْحُدَیْبِیَّۃِ الْبُدْنَۃَ عَنْ سَبْعَۃٍ وَ الْبُقَرَۃَ عَنْ سَبْعَۃٍ . (مُسلم ج۱ ص ۴۲۴ ، ترمذی ج۱ ص ۱۸۰ باب ما جاء فی الاشتراك فی البدنة والبقرة ، اَبوداوٗد ج۲ ص ۳۲ باب البقر والجزور عن کم تجزئ ، مشکٰوۃ ص ۲۳۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ حدیبیہ کے سال اُونٹ بھی سات اَفراد کی طرف سے ذبح کیا اَور گائے بھی سات اَفراد کی طرف سے ذبح کی۔

حدیبیہ میں جب اِحصار واقع ہوا تو سب نے قربانی کی اَور اِحرام کھول دیا کیونکہ اِحصار کی صورت میں اِحرام کھولنے کے لیے قربانی شرط ہے اَور اِحصار کی قربانی کا جو مسئلہ ہے وہی عید کی قربانی کا ہے پس یہ حدیث اِس مسئلہ میں دوٹوک ہے کہ اُونٹ میں زیادہ سے زیادہ سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ الْبُقَرَۃُ عَنْ سَبْعَۃٍ وَالْجَزُوْرُ عَنْ سَبْعَۃٍ. (اَبوداوٗد ج۲ ص ۳۲ ، مشکٰوۃ ص ۱۲۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا : گائے بھی سات اَفراد کی جانب سے قربان کی جائے اَور اُونٹ بھی سات اَفراد ہی کی جانب سے قربان کیا جائے۔

عَنْ اَنَسٍ کَانَ اَصْحَابُ النَّبِیِّ ﷺ یَشْتَرِکُوْنَ سَبْعَةٌ فِی الْبُدْنَةِ مِنَ الْاِبِلِ وَ السَّبْعَةُ فِی الْبُدْنَةِ مِنَ الْبُقَرِ. (شرح معانی الآثار ج ۲ رقم الحدیث ۶۲۲۰)

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰة والسلام کے صحابہؓ اُونٹ کی قربانی میں بھی سات شریک ہوتے تھے اَور گائے کی قربانی میں بھی سات ہی شریک ہوتے تھے۔

آج کل چونکہ اِختلاف کو ہوا دینے میں لوگوں کی رغبت زیادہ ہوگئی ہے اِس لیے وہ اِجماعی اَور طے شدہ مسائل کی بھی پروانہیں کرتے چنانچہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اُونٹ کی قربانی میں دَس اَفراد بھی شریک ہوسکتے ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، عید الاضحیٰ کا دِن آیا تو ہم گائے میں سات آدمی شریک ہوئے اَور اُونٹ میں دس آدمی (ترمذی ج ۱ ص ۱۸۰ ، مشکوٰة ص ۱۲۸)۔ اِس سے ثابت ہورہا ہے کہ اُونٹ میں دس آدمی شریک ہوسکتے ہیں۔

اِس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ حدیث صحت میں اُس پائے کی نہیں ہے جس پائے کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اِس لیے اِس حدیث کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ترجیح نہیں دی جاسکتی۔

دُوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نبی علیہ الصلوٰة والسلام کا حکم ذکر ہوا ہے اَور حضرت اِبن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اَجمعین کا عمل ذکر ہوا ہے اَور یہ معلوم نہیں کہ صحابۂ کرامؓ نے حضور علیہ السلام کے حکم سے ایسا کیا تھا یا اپنے اِجتہاد سے لہٰذا ترجیح

اُسی حدیث کو دی جائے گی جس میں صراحتًا نبی علیہ السلام کا حکم ذکر ہوا ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت اِبن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے اِستدلال تام نہیں کیونکہ اُس موقع پر جو جانور ذبح کیے گئے تھے وہ عید الاضحیٰ کی قربانی کے بھی ہو سکتے ہیں اَور یہ بھی اِحتمال ہے کہ خوشی کے موقع پر کھانے کے لیے ذبح کیے گئے ہوں کیونکہ صحابہ سفر کی حالت میں تھے اَور مسافر پر قربانی واجب نہیں، اِس حوالے سے دیکھا جائے تو یہ حدیث صریح نہیں ہے جبکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح بھی ہے صریح بھی ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ خود حضرت اِبن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعًا ایک حدیث مروی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُونٹ میں بھی سات اَفراد ہی شریک ہو سکتے ہیں دس نہیں وہ حدیث یہ ہے :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَاہُ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ عَلَیَّ بَدَنَۃً وَ اَنَا مُوْسِرٌ بِھَا وَلَا اَجِدُھَا فَاَشْتَرِیْھَا فَاَمَرَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّبْتَاعَ سَبْعَ شِیَاہٍ فَیَذْبَحُھُنَّ. (اِبن ماجه ص ۲۳۳ باب کم یجزی من الغنم عن البدنة)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک صاحب آئے اَور اُنہوں نے عرض کیا کہ مجھ پر بدنہ واجب ہے اَور میں مالدار بھی ہوں لیکن مجھے بدنہ نہیں مِل رہا کہ میں اُسے خریدوں (اِس صورت میں میرے لیے کیا حکم ہے؟) نبی علیہ السلام نے اُنہیں حکم دیا کہ وہ سات بکریاں خرید کر ذبح کر دیں۔

''بدنہ'' کا عام طور پر اِطلاق اُونٹ پر ہوتا ہے بسا اَوقات گائے پر بھی اِس کا اِطلاق کر لیا جاتا ہے۔ اِس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ نبی علیہ السلام نے سات بکریوں کو بدنہ کے قائم مقام قرار دیا اَور یہ ظاہر ہے کہ ایک بکری ایک فرد کی جانب سے ذبح کی جاتی ہے تو سات بکریاں سات اَفراد کی جانب سے ذبح ہوں گی۔ اِس لحاظ سے اُونٹ اَور گائے بھی سات اَفراد کی جانب ہی سے ذبح کیا جا سکیں گے دس کی جانب سے نہیں۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز واَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ فیکس نمبر 35330311 - 42 - 92+

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اَکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اَکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور